رسول اللہ ﷺ کے اشک گلفام

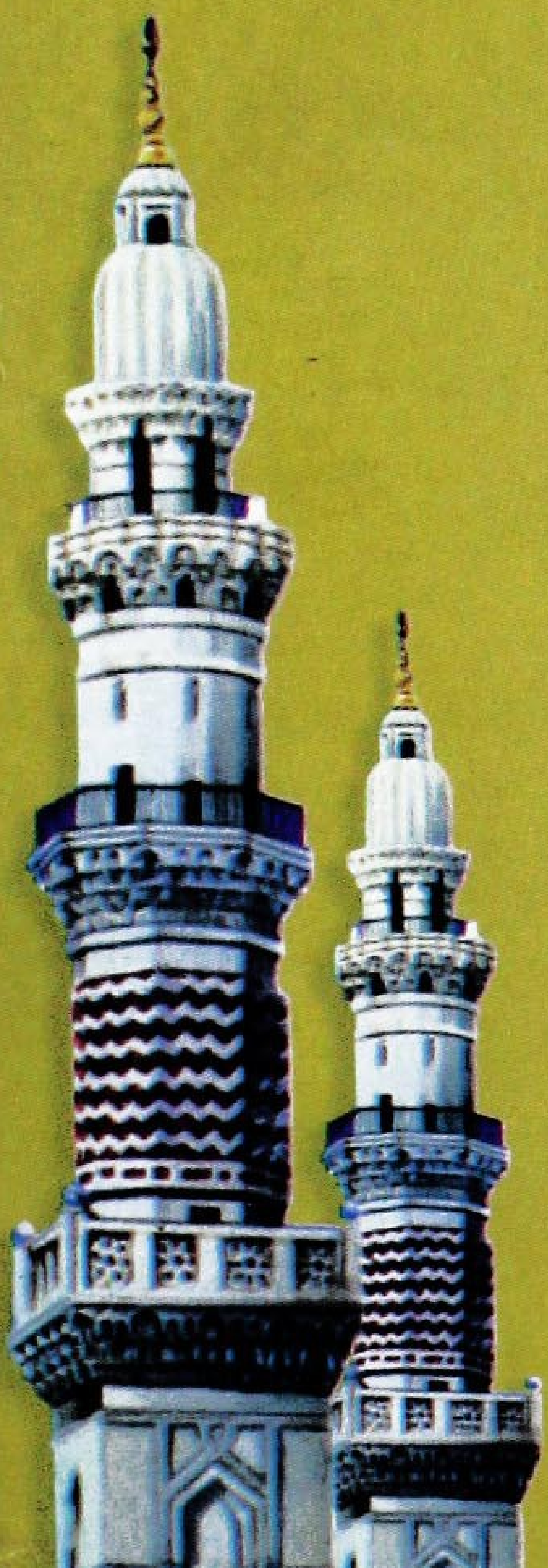

ستار بن محمد صدیق

اعداد: حافظ ثناء اللہ تبسم (پ

Marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشک گلفام

DATA ENTERED

مصنف
صوفی عبدالستار بن محمد صدیق (بیرانی)

اعداد
حافظ ثناء اللہ تبسم

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

297.63 Abdusattar, Sufi
Rasool ullah kay Ashk Gulfam/ Sufi Abdusattar.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2012.
160 p.

1. Seerat-ul-Nabi I. Title Card.

ISBN 969-503-862-X

297.9921
1375 ع
110828
۲ س

اگست 2012ء
محمد فیصل نے
آر۔آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت:-/200 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore. Pakistan
Phone: 042-7230777 & 042-7231387
http: www.alfaisalpublishers.com
e.mail: alfaisalpublisher@yahoo.com

Marfat.com

انتساب

اپنے والدین اور اساتذہ کرام کے نام
بے شک یہ انہی کا حق ہے جنھوں نے بچپن ہی سے
اچھے انداز میں میری تربیت کی اور نہایت ہی
جانفشانی سے علوم دینیہ سے بہرہ ور فرمایا
آج بھی ان کی دعاؤں کی بدولت
میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہوں

[ابوخبیب]

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

- سیدہ نساء العالمین بابل کا گھر چھوڑتے وقت کا منظر 9
- فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات اور مبارک آنسو 13
- نواسہ رسول ﷺ کا دار فانی سے کوچ اور رسول اللہ ﷺ کا اشک بار ہونا 14
- نواسے کی وفات پر آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں 16
- انصاری عورت کے بچے کی وفات 19
- سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات 20
- اسلام کی پہلی شہید خاتون 23
- مشفق چچا کا دردناک سفر آخرت 25
- سید الشہداء کی مظلومانہ شہادت اور نبی کریم ﷺ کے مبارک آنسو 27
- اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال 31
- مکہ کا شہزادہ احد میں جام شہادت نوش کر گیا 33
- دادا عبد المطلب کی وفات 36
- عبد العزیٰ کی وفات 37
- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم جان لیوا ثابت ہوا 40
- اپنے رب کے حضور گڑگڑانے کا انداز 45

Marfat.com

نماز میں رسول اللہ ﷺ کی ہچکیاں 46
نبی مکرم ﷺ کے آنسوؤں سے ابن مظعون کا چہرہ تر ہو گیا 47
جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بسالت سے بھرپور جنگ اور شہادت 50
جاں نثار کو واپس مکہ لوٹا دیا 55
جب حرماں نصیب نے غلیظ اوجھڑی پاک کمر پر رکھی 58
محمد مصطفیٰ ﷺ کو کانٹا چبھے مجھے قبول نہیں 60
صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے انمول آنسو 63
پیاری بیٹی کی تدفین 66
خوف خدا کا ایک منظر 69
نبی اکرم ﷺ قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر رونے لگے 71
حضرت ابن مسعود سے تلاوت سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے اشک بہنا .. 72
جنت تمھاری منتظر ہے 75
شیطان کی سربراہی میں بنایا گیا منصوبہ ناکام ہو گیا 78
سورج گرہن دیکھ کر آپ ﷺ کی نماز میں گریہ زاری 80
ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تیمارداری 81
محبت کی نشانی 82
داعیانِ دین کی المناک شہادت 84
تیرے قدموں میں بکھر جانے کو جی چاہتا ہے 86
بدوی خاتون کی اعلیٰ گفتگو 88
وہ بدترین بادشاہ ہے جو حدود کو معاف کردے 90

Marfat.com

- اپنے جاں نثار کی فرط محبت برداشت نہ ہوئی 92
- سیّدنا امیر حمزہ کی یادیں 95
- بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر ہونے والے مظالم سے نبی ﷺ کے اشک گلفام 99
- بدر کی فتح کی خوشی اور لخت جگر کی وفات 103
- اہل طائف کا ظلم اور اشک گلفام 106
- اے اللہ! نبی ﷺ کا دفاع کرنے والی آنکھ کو روشنی بخش دے 108
- محبوب شریک حیات بھی الوداع کہہ گئیں 111
- حیدر کرار کے زخم 114
- سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قیصر کی شکست کا آغاز ہوا 116
- رضاعی بہن کو قیدی دیکھ کر آنکھیں چھلک پڑیں 120
- غزوۂ احد میں جلابیب کی شہادت اور مبارک آنسو 123
- آغوش رحمت عالم ﷺ میں جنت کی مہک پالی 125
- لوگ مال و دولت لے گئے اور انصار محمد ﷺ کو لے جائیں گے 127
- رسول اللہ ﷺ کے قاصد اعظم 129
- والدہ محترمہ کی قبر پر رسول اللہ ﷺ کے بے اختیار آنسو 132
- یار غار کی حالت نہ دیکھی گئی 133
- رحمۃ للعالمین کے رونے سے ہنڈیا ابلنے جیسی آواز آتی 136
- معراج کی رات 138
- امت کا فکر 141
- جبرئیل امین علیہ السلام سے جہنم کا حال سن کر آقا دو جہاں رو پڑے 143

Marfat.com

- حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا کا دردناک مرثیہ اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک آنسو 145
- زندہ درگور کی گئی لڑکی سے سوال ہوگا تو کس جرم میں قتل کی گئی 147
- قحط کی تباہی اور دربار نبوی ﷺ میں کفار کی دہائی 149
- آزاد کردہ غلام کے غم میں شرکت 151
- امام کائنات نے جبین نیاز کو زمین پر رکھا اور آہ وزاری کرنے لگے 154
- پیارے صحابہ سے قرآن سن کر رونا 155
- جب دنیا سو رہی ہوتی حضور ﷺ فکر امت میں رو رہے ہوتے 156
- کھوپڑی اور بوسیدہ ہڈیاں دیکھ کر سید کائنات ﷺ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رونے لگے.. 158
- جنت اور جہنم کا تذکرہ 160

Marfat.com

سیدہ نساء العالمین بابل کا گھر چھوڑتے وقت کا منظر

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی ولادت نبی ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔ جنگ احد کے موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں جب یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ باباجان کی محبت نے جوش مارا تو سیدہ بے چین و بے تاب اور مضطرب ہوکر احد کی طرف چل پڑیں۔ جب احد میں پہنچیں تو اس وقت حضور اکرم ﷺ غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اپنے بابا کے زخموں کو دھویا۔ جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہوگیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے زخموں کو دیکھ کر آبدیدہ ہوکر فرمانے لگیں: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔

نبی ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: بیٹی تم اس پر خوش نہیں کہ تم نساء العالمین کی سردار ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: باباجان! مریم علیہا السلام کدھر گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمھارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔ نبی ﷺ کو اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت تھی کیونکہ آپ ﷺ کی حیات تک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی واحد اولاد تھیں جو زندہ تھیں۔ نبی ﷺ جب کبھی سفر سے لوٹ کر آتے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔ اپنی لختِ جگر کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب نبی مکرم ﷺ اپنے گھر ہوتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ملنے جاتیں تو وہ بھی اس طرح ملا کرتی تھیں۔

Marfat.com

جب فاطمہ بنت محمد ﷺ سن بلوغت کو پہنچیں تو حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی کہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ نبی ﷺ سے مانگ لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دلی خواہش رکھتے تھے لیکن فطری حیا حائل ہو جاتی اور آپ اپنا مدعا کہہ نہ پاتے۔ ایک روز مجلس رسول میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت بھانپتے ہوئے خود ہی بات شروع کی اور علی رضی اللہ عنہ کی مرضی معلوم کرنے کے لیے فرمایا: علی! تم فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ نے اس رشتے کو قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے نکاح کے لیے مجلس منعقد فرمائی۔ کبار صحابہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان، طلحہ اور دیگر مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں آپ ﷺ نے فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ یہ نکاح چار سو مثقال حق مہر پر ہوا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے کھجوروں کے تشت منگوا کر موجود اصحاب میں تقسیم فرمائے۔

آپ ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دو۔ اس سے قبل ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میری بیٹی کو رخصتی کے لیے تیار کرو۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا تیار ہو گئیں تو آپ ﷺ نے اپنے دل کے ٹکڑے کو خود سے جدا کرنے کے لیے الوداع کہا۔ وداع عروس کا منظر بہت ہی رقت آمیز تھا۔ فاطمہ بنت محمد ﷺ اپنے بابا کے گھر سے جدا ہونے پر آبدیدہ تھیں۔ اچانک ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسی بات کہہ دی جس سے ہر کوئی اشکبار ہو گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کاش! آج خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتیں اور اپنی پیاری بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے رخصت فرماتیں۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر آتے ہی نبی مکرم ﷺ بھی رو دیئے۔ آپ ﷺ کو اپنی محبوب بیوی کی رفاقت کا پل پل یاد آنے لگا۔ گزرے دنوں کی ایک ایک بات یاد آنے لگی۔ آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمایا:

ام سلمہ! تم نے بجا بات کہی ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا واقعتہً خدیجہ تھیں۔ دنیا میں کوئی عورت ان کی ہمسر و مقام نہیں ہو سکتی۔ خدیجہ نے میرے لیے جو مصائب جھیلے ہیں، انھیں کبھی بھی

Marfat.com

فراموش نہیں کرسکتا۔ انھوں نے اپنا سارا مال دعوت اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا اور جب دنیا بھر نے میری تکذیب کی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری تصدیق کی۔ جب پوری دنیا میری مخالف اور دشمن تھی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے ساتھ اور میرا دست و بازو تھی۔ جب دنیا والوں نے مجھے تکلیف دی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مجھے راحت، آرام و آسائش اور تسکین و مسرت ملی۔ کفر و شرک میں ڈوبے بتوں کے پجاریوں نے مجھے زخم دیے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان پر مرہم رکھ کر میری ڈھارس بندھائی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا درست کہتی ہیں۔ آج خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتیں تو اپنی بیٹی کو خوشی خوشی رخصت کرتیں لیکن اللہ کا حکم ایسے نہ تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کو بھی بہت چبھی اور انھیں اپنی مشفق ماں کی یاد ایسی آئی کہ ساتھ ہی آنسوؤں کی برسات بھی آ گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو یہ کہہ کر میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں علی رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور بیٹیوں میں کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت ہی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ آقا ﷺ کی تربیت کا اثر تھا کہ سیدہ النساء کا لقب پانے والی فاطمہ اپنے ہاتھوں سے گھر کا کام کرتیں۔ چکی پیستی، پانی بھر کر لاتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور لونڈیاں آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر آپ رضی اللہ عنہا بھی اپنے بابا کی خدمت میں پہنچیں۔ تا کہ خادم مانگ سکیں جس سے کام کاج کا بوجھ کم ہو جائے۔ نبی ﷺ کو جب آپ کا منشا معلوم ہوا تو فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تقویٰ اختیار کرو، فرائض الٰہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بنالو اور جب بستر پر لیٹو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! ((یاحی یاقیوم برحمتك استغیث ولا تکلنی الی نفس طرقة عین واصلح لی شان کله.)) کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی مرض الموت میں اپنے پاس بلایا۔ آپ رضی اللہ عنہا آئیں اور اپنے بابا کی تکلیف دیکھی تو آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو بہہ پڑے۔ فرمانے لگیں: میرے باپ کو آج کتنی تکلیف ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے بابا کی تمام تکالیف ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد ان کے کان میں کچھ بات کی تو وہ رو پڑیں اور پھر ان کو پاس بلایا اور اسی طرح سرگوشی میں کچھ بات کی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ وہ کیا باتیں تھیں؟ تو انھوں نے کہا: بابا جان نے پہلے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! میرے خاندان کے تمام افراد سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ اس پر میں خوش ہوگئی۔ آپ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

Marfat.com

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات اور مبارک آنسو

جب حضور اکرم ﷺ کے دادا اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ دادا نے آخری لمحات میں اپنے بیٹے جناب ابوطالب جو عبداللہ بن عبدالمطلب اور نبی ﷺ کے والد گرامی کے سگے بھائی تھے، کو وصیت کی کہ میرے بعد میرے پوتے کی کفالت تمھارے ذمے ہے۔ ابوطالب نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ آپ ﷺ کو اپنی اولاد میں شامل کیا بلکہ ان سے بڑھ کر مانا۔ اس تربیت و پرورش اور سایۂ عاطفت میں وہ اکیلے نہیں بلکہ ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد بھی شامل تھیں۔ جب فاطمہ بنت اسد اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور آپ ﷺ تک ان کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے جہاں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت محمد ﷺ رہتی تھیں۔ آپ ﷺ میت کے سرہانے کھڑے ہو کر غم والم کی کیفیت سے دوچار فرما رہے تھے: اے اللہ! میری ماں پر رحم فرما۔ وہ میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔ وہ خود بھوکی رہتی تھیں اور مجھے کھلاتی تھیں۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیض گھر والوں کو دی اور فرمایا: میری ماں کو اس قمیض کا کفن دو۔ ادھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو دنیا سے رخصت کرنے کے لیے غسل وکفن کی تیاری شروع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا میری ماں کے لیے بقیع میں جا کر قبر تیار کرو۔ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبر کھودنا شروع کی۔ جب قبر کا اوپر والا حصہ کھود لیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ خود قبر میں اترے اور لحد کھودی اور اپنے دست مبارک سے خود مٹی نکالی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو آپ ﷺ لحد میں لیٹ گئے اور اپنے رب سے دعا کی: الٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کے لیے قبر کو کشادہ فرما۔ جب قبر سے باہر نکلے تو آپ ﷺ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔

Marfat.com

نواسہ رسول ﷺ کا دار فانی سے کوچ اور رسول اللہ ﷺ کا اشک بار ہونا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد خانوادہ رسول ﷺ میں جو بچہ وارد ہوا اس کا نام سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ رقیہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کی عمر میں تین سال کا فرق تھا۔ نبی ﷺ اپنی عمر کے تینتیس برس میں تھے جب رقیہ رضی اللہ عنہا نے اس جہان رنگ میں آنکھ کھولی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبل ازیں ابولہب کے بیٹے عقبہ سے ہوا تھا۔ ابولہب چونکہ اسلام دشمنی میں سرتاپا غرق تھا۔ عداوت اسلام نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ یہ بدبخت آپ ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹا رہتا۔ جب بھی آپ ﷺ دعوت اسلام پیش کرتے تو یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیتا کہ یہ محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ نعوذ باللہ جھوٹا ہے، ساحر ہے اور اس طرح کی ہفوات بکتا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش مکہ سے کہا:

((قولوا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تملکوا العرب والعجم.))

"تم کلمہ شہادت سے رب کی الوہیت و ربوبیت اور میری نبوت کا اقرار کر لو تو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔"

اس وقت اس بدبخت عبدالعزی ابولہب نے رحمت عالم ﷺ سے کہا: تبالک تیرے ہاتھ ٹوٹیں اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورت تبت اتار کر اس کے اور اس کی بیوی کے انجام کی خبر دی۔ ابولہب کا مطلب ہے شعلہ فروزاں۔ جہنم میں آتش فشاں ہوگی اور بلند شعلوں والی ہوگی۔ ابولہب غزدہ بدر کے بعد عدسہ نامی بیماری سے مرا۔ یہ طاعوں کی طرح بیماری ہے۔

Marfat.com

اس کی موت کے بعد اس کی لاش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی۔ کسی نے خوف کے مارے اس کو چھونا مناسب نہ سمجھا۔ ابولہب نے اپنی اسلام دشمنی کی بنا پر رشتوں ناطوں کو بھی قدموں تلے روند دیا اور اپنے بیٹوں کو مجبور کیا کہ وہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے کر نبی ﷺ کو تکلیف وایذا پہنچائیں۔ عتبہ نے جب رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو آپ ﷺ نے ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے جب دوسری دفعہ ہجرت حبشہ کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے اللہ کی راہ میں گھر بار کو چھوڑا۔ دوسری دفعہ جب یہ حبشہ پہنچے تو یہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں بیٹا عطا کیا جس کا نام رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دادا کے نام پر عبداللہ رکھا۔ جب مسلمان مدینہ ہجرت کر کے آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا نے تیسری بار مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس ہجرت میں عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تو تھا ہی، اس کے ساتھ اپنے نانا کی محبت ومودت سے بھی خوب فیضیاب ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وہ لمحات بہت کٹھن تھے جب رقیہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیٹی کی وفات کی خبر ملی تو آپ ﷺ اس وقت میدان بدر میں فتح سے سرفراز قیام پذیر تھے۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی فوتگی نے آپ ﷺ کو دل گرفتہ کر دیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر سے شفقت مادر کے اٹھنے سے بھی آپ فکرمند تھے۔ چنانچہ نبوت کے تیسرے سال آپ ﷺ نے سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ نکاح ربیع الاول میں ہوا اور رخصتی جمادی الاول میں ہوئی۔ خالہ جو بمنزلہ مادر ہوتی ہے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے آنے سے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ممتا کی محبت کا خلا پر ہوگیا۔

ہجرت کے چوتھے سال کا ذکر ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ اپنے گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں ایک مرغ بھی موجود تھا۔ مرغ گھروں میں عموماً بچوں کو چونچ مار دیتے ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ مرغ کے قریب کھڑے تھے کہ اس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں زور سے چونچ ماردی۔ چونچ

Marfat.com

سے آنکھ پھوٹ گئی۔ آنکھ کا زخم اتنا شدید تھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ تکلیف سے بلبلا اٹھے۔ زخم کی وجہ سے سارے چہرے پر سوجن آ گئی۔ زخم کا دائرہ بھی پھیل گیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ تکلیف کی شدت برداشت نہ کر سکے اور یہ زخم ان کے لیے جان لیوا ثابت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اپنے پیارے نواسے کی خبر ملی تو آپ ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ ننھے عبداللہ کی میت دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے سیل رواں ہو گیا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ کے غسل کا حکم دیا۔ جب کفن پہنا دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے نواسے کا رقت آمیز جنازہ پڑھایا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا۔

Marfat.com

نواسے کی وفات پر آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں

نبی ﷺ اور خدیجۃ الکبریٰ کا نکاح جب ہوا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی ۔شادی سے ٹھیک پانچ سال بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس دنیا میں تشریف لائیں۔ یہ آپ ﷺ کی پہلوٹھی کی اولاد تھیں جسے آپ ﷺ بہت پیار فرماتے تھے۔ جب سیدہ زینب کو ابوالعاص نے ہجرت کی اجازت دے دی تو آپ کے راستے میں ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر مزاحمت کی جس سے ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

"یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے، اسے میرے لیے مصیبت پہنچی۔"

ابوالعاص جب مسلمان ہو گئے تو آپ ﷺ نے سابق نکاح پر ہی دونوں کو گھر بسانے کی اجازت دے دی۔ اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھا گیا اور بیٹی کا نام امامہ رکھا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ دیا۔ امامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وہ پیاری نواسی تھیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنی گود میں لے کر نماز پڑھائی تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگیں تو انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک خادم آیا۔ اس نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو بلا رہی ہیں، ان کا بیٹا بستر مرگ پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ آپ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے خادم سے فرمایا کہ لڑکی سے کہہ دو:

Marfat.com

"اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔"

آپ ﷺ نے یہ بھی کہا کہ لڑکی سے کہنا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ جب خادم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کا پیغام دیا تو اسے دوبارہ واپس بھیجا گیا۔ خادم نے کہا: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ سیدہ زینب کے گھر کی طرف چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھلایا گیا تو اس وقت وہ سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔

Marfat.com

انصاری عورت کے بچے کی وفات

ایک دفعہ آپ ﷺ انصار کے ایک قبیلہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی ساتھ تھی۔ اس اثنا میں ایک انصاری عورت نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کا بیٹا شدید بیمار ہے اور اس دارِ فانی میں چند ساعتوں کا مہمان ہے۔ آپ ﷺ ایک دفعہ ضرور تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ اس گھر میں پہنچے، دیکھا تو بچے کا آخری وقت تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں اٹھایا تو بچے کی روح پرواز کر گئی۔ اسے مرتے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ انصاریہ عورت جس کا لختِ جگر فوت ہوا تھا، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے امانت لے لی۔ اسی کے لیے ہے جو باقی ہے اور جو جا چکا ہے۔ ہر امر کی اس کے ہاں ایک مدت رقم ہے جس سے لمحہ بھر نہ تو تاخیر ہوگی اور نہ تقدیم ہوگی۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا شخص جس پر مصیبت آئی اور اس نے صبر کا دامن تھامے رکھا تو وہ جنت میں بلند درجات حاصل کرے گا۔

Marfat.com

سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات

اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا عرب کی مالدار خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے لیے ان کے بطن سے پھول کھلائے۔ فاطمۃ الزہرا' قاسم اور عبداللہ عطا کیے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے قاسم وعبداللہ کو بہت جلد دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت کردیا۔ ان کی جدائی نے نبی مکرم ﷺ کو غمگین کردیا۔لیکن آپ کبھی اپنے نبوی فریضہ سے غافل نہ ہوئے۔ ۷ ہجری کو آپ ﷺ نے یمین ویساراور شرق وغرب میں قائم مملکتوں کے حکمرانوں کو نور اسلام کی قبا پہننے کے لیے خطوط روانہ کیے۔

کسریٰ ایران نے آپ ﷺ کے خط کو پھاڑ دیا۔ سفیر رسول ﷺ سے نہایت گستاخی سے پیش آیا۔ اللہ ذوالجلال نے اس کی حکومت کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا جیسے اس نے آپ ﷺ کے خط کو پھاڑا تھا۔عزیز مصر مقوقس کی طرف بدری صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا نامہ مبارک لے کر گئے۔ اس نے اسلام کی دعوت سنی،تو بہت متاثر ہوا لیکن اقتدار اس کے پاؤں کی زنجیر بن گیا۔عزیز مصر نے صادق ومصدوق نبی ﷺ کے قاصد کی بہت عزت افزائی کی اور جب حاطب رضی اللہ عنہ واپس آنے لگے تو مصر کی دو حسین وجمیل اعلیٰ قبطی خاندان کی دولڑکیاں بھی نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیں۔ ان لڑکیوں کا نام ماریہ قبطیہ اور سیرین تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی سارہ کے ساتھ مصر گئے تھے تو بادشاہ نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے پیش کیا۔حضرت حاجرہ قبطیہ کی اولاد سے نبی اکرم ﷺ کی جد اعلیٰ اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

Marfat.com

جب دونوں لونڈیاں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئیں تو آپ ﷺ نے سیرین کو شاعر اسلام حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا اور حضرت ماریہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو رب ذوالجلال نے یہ اعزاز بخشا کہ ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے ایک اور لختِ جگر عطا کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔

۹ ہجری کو پیدا ہونے والے ابراہیم سے گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ لیکن طیب و طاہر (قاسم وعبداللہ) کی طرح ابراہیم بھی چند ماہ بعد داغ مفارقت دے گئے۔ بیٹے کی موت سب سے زیادہ ماں کے لیے دکھ کا باعث ہوتی ہے۔ انسانی فطرت کے تحت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکیں اور یہ موتی چھم چھم زمین پر گرنے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر محمد کریم ﷺ کی چشم سرگیں آبدیدہ ہوگئیں۔ آپ ﷺ اپنے جگر گوشے کو جنازہ کے بعد ہاتھوں پر اٹھائے قبر میں دفن کرنے کے لیے لے جا رہے تھے۔ آنکھیں برس رہی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھ ہی لیا۔ یارسول اللہ! آپ تو ہمیں رونے' واویلا کرنے' گریبان پھاڑنے اور نوحہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور ایسے عمل کرنے والوں پر وعید فرماتے ہیں۔ لیکن......! آپ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ یہ محبت کے آنسو ہیں جو فطرت نے ودیعت کیے ہیں، ان پر کسی کو اختیار نہیں۔ ہاں اس کے علاوہ ماتم ونوحہ حرام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی مدد سے حضرت ابراہیم کو قبر میں اتارا تو تب بھی آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ ﷺ نے اس عظیم صدمہ میں بھی اپنی دعوت ان عظیم تاریخی کلمات سے رہتی دنیا کے مسلمانوں تک پہنچادی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابراہیم! تیری جدائی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو اور دل میں غم ہے لیکن ہم اپنی زبان پر ایسا کوئی کلمہ نہ لائیں گے "مایسخط الرب" کہ جس سے ہمارا رب ناراض ہو۔

نبی رحمت ﷺ کے جگر پاروں کی صغرسنی میں وفات اور نرینہ اولاد نہ ہونے سے مکے کے کافر خوشیاں منا کر آپ ﷺ پر طنز واستہزاء کے تیر پھینکتے۔ آپ ﷺ کو ابتر ہونے کا طعنہ

Marfat.com

دیتے ۔ایک طرف بیٹوں کے بچھڑنے کا غم تھا تو دوسری طرف کفار کی شرانگیز مہم جوئی نے اس غم کو کوہ گراں بنادیا تھا۔ ایسے میں اللہ ذوالجلال نے سورۃ الکوثر اتار کر نہ صرف ان کافروں کو جواب دیا بلکہ آپ ﷺ کے دل کو تسکین عطا کی اور حوض کوثر کے لیے تمام انبیاء میں سے صرف آپ ﷺ کو ساقی کوثر کا اعزاز بخشا اور ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ کہہ کر فرمادیا کہ کیا ہوا اگر قاسم، عبداللہ اور ابراہیم کو صغرسنی میں ہم نے اٹھالیا لیکن آپ ﷺ کا نام نامی نہ صرف زندہ رہے گا بلکہ اس نام پر درود پڑھنا ہم نے باعث نجات بنادیا اور کفار کو جڑ کٹ بنا کر ان کو اتھاہ اندھیروں میں غرق کردیا۔ وہ دنیا میں ملعون ٹھہرے اور آخرت میں دردناک عذاب ان کا مقدر بن گیا۔

115878

Marfat.com

اسلام کی پہلی شہید خاتون

محمد رسول اللہ ﷺ نے کوہ فاران پر کھڑے ہو کر اہل فاران کو صدا دی تو سبھی کے قدم محمد ﷺ کی سمت اٹھتے چلے گئے۔ چند ساعتوں میں سرداران قریش، غلامان قریش، بچے، بوڑھے اور جوان ہمہ تن گوش احمد مجتبیٰ ﷺ کے لب تبسم ریز کی جنبش کے منتظر تھے۔ سبھی کی نگاہیں چہرۂ انور پر ٹکی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہے تو اسے سچ مان لوگے؟ سب نے یک زبان کہا: ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ آپ ﷺ تو صادق اور امین ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ آپ ﷺ کی زبان اطہر سے جھوٹ سنا ہی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر کعبے میں سجے باطل معبود کا انکار کر کے اللہ کو ایک الٰہ مان کر مجھے اس کا آخری رسول مان لو۔ ایمان لے آؤ۔ تو عرب وعجم کے خزانوں کی کنجیاں تمھارے ہاتھ میں ہوں گی۔ یہ سنتے ہی وہ ایڑیوں کے بل پھر گئے۔ صادق وامین کا لقب دینے والے دشنام اطراز بن گئے۔ محبت دینے والے جان کے دشمن بن گئے۔ جو بھی اس قافلہ سخت جاں میں شامل ہوتا، اسے ظلم وجبر کی چکی میں پیس دیا جاتا۔ ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی لیکن ایمان کی حرارت میں دشمنان اسلام کا ہر حربہ ناکام ہوتا رہا۔ ان جفا کاران محمد ﷺ میں سے ایک خاندان حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کی ضعیف العمر بیوی سمیہ اور بیٹے عمار رضی اللہ عنہ نے بھی پہلی ہی پکار پر لبیک کہا تھا۔ اسلام کو سینے سے لگایا تو غم واندوہ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ظالموں نے بوڑھی سمیہ کو بھی معاف نہ کیا۔ اس کی درد بھری حیات کا تذکرہ صاحب مدارج النبوۃ نے کچھ یوں کیا ہے۔

Marfat.com

اسلام لانے کا اعلان و اظہار کیا تو سرداران کفر سٹپٹا کر رہ گئے، انھوں نے ایک روز بوڑھی سمیہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی ہوئی دھوپ میں گرم زمین پر ڈال دیا۔ وہ دھوپ میں پیاس کی شدت میں جاں بلب تڑپ رہی تھیں تو رسول اکرم ﷺ کا اِدھر سے گزر ہوا، سیّدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بے بسی دیکھ کر آپ سے برداشت نہ ہو سکا اور رحمت سے بھرا سینہ لرز اٹھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

زبان اقدس سے ارشاد فرمایا:

''سمیہ! صبر کرو، تمھارا ٹھکانہ جنت ہے۔''

ایک روز رحمت عالم ﷺ نے ان کو اور ان کے شوہر یاسر اور ان کے بیٹے عمار کو کفار کے ہاتھوں عذاب سہتے دیکھ کر فرمایا:

((اِصْبِرُوْا آلَ یَاسِرَ مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّۃُ .))

''اے آل یاسر! صبر کرو تمھارا مقام جنت ہے۔''

ملعون ابوجہل اور اس کے ساتھی ان مظلوموں کو مارتے اور کہتے محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو۔ ایک روز ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو شرک کرنے پر بہت زور دیا مگر انھوں نے توحید کا دامن چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ابوجہل بدطینت نے آپ رضی اللہ عنہا کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ ان کی شہادت نے آل یاسر کے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ کو بھی غمگین کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی پہلی شہیدہ ہونے کی سعادت عطا کی۔

Marfat.com

مشفق چچا کا دردناک سفرآخرت

قریش نے جب آپ ﷺ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنالیا تو ابوطالب کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ہمارے خداؤں کی عیب چین کرے۔ آپ محمد ﷺ کو روک دیجیے۔ ورنہ ہم ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ ایک فریق کا صفایا ہو جائے گا۔ ابوطالب نے جب آپ ﷺ سے کہا کہ مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کریں اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالیں جو میرے بس سے باہر ہے۔

آپ ﷺ نے سمجھا کہ اب چچا بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دے گا اور وہ بھی آپ کی مدد سے کمزور پڑ گئے ہیں۔ اس لیے فرمایا:

چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ ﷺ رو پڑے اور اٹھ گئے۔ جب واپس جانے لگے تو ابوطالب نے کہا بھتیجے جاؤ جو چاہو کہو۔ اللہ کی قسم! میں تمھیں کہیں بھی کسی بھی وجہ سے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

قریش کی دھمکی کارگر نہ ہوئی اور ابوطالب کی سرپرستی جاری رہی تو قریش ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو ساتھ لائے اور کہا محمد ﷺ نے آپ کی قوم کا شیرازہ منتشر کر رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا ہے۔ ہم اسے قتل کریں گے اور آپ عمارہ کو بدلے میں اپنا لڑکا بنالیں۔

ابوطالب نے یہ جواب سن کر کہا: اللہ کی قسم! کتنا برا سودا ہے جو تم لوگ مجھ سے کر رہے ہو۔ تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں، پالوں پوسوں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب

Marfat.com

کر کے اسے قتل کر دو۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا۔ ابوطالب نے مزید کہا، تم میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالف لوگوں کی مدد پر تلے بیٹھے ہو تو ٹھیک ہے جو چاہو کرو۔

جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے اور ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں برابر خطرہ لگا رہتا، اس لیے لوگ اپنے بستروں پر جاتے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ تم اپنے بستر پر سو رہو۔ مقصد یہ ہوتا کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو دیکھ لے کہ آپ ﷺ کہاں سو رہے ہیں۔ پھر جب لوگ سو جاتے تو ابوطالب آپ ﷺ کی جگہ بدل دیتے اور اپنے بیٹوں، بھتیجوں یا بھائیوں میں سے کسی کی جگہ رسول اللہ ﷺ کو سلا دیتے۔

آج چچا ابدی نیند سونے جا رہا تھا تو بھتیجے کی یہ آرزو و تمنا تھی کہ چچا بھی آگ اور کانٹوں کے بستر کی بجائے جنت میں لگے تختوں اور مسندوں کا وارث بنے اور اس احسان کا بدلہ پائے جو اس نے بھتیجے پر کیا لیکن اس کے لیے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا ضروری ہے۔ بھتیجا بار بار کہتا ہے "یاعم قل لا الٰہ الا اللہ" آپ ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں خواہ میرے کان میں ہی کہہ دیں مجھے روزِ محشر اللہ ذوالجلال کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کا موقع ملے گا۔ لیکن ابوجہل اور اس کے حواری برابر ابوطالب کو کہتے رہے کہ کیا اب آبائی دین چھوڑ کر مرو گے۔ ابوطالب نے بھی کہا میں عبدالمطلب کے طریقہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں۔ جب ان کی روح پرواز کر گئی تو نبی ﷺ کا دل غمگین ہو گیا اور چچا کے بے دین فوت ہونے پر آنکھوں میں سے آنسو بہہ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس وقت تک بخشش مانگتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے اس سے منع نہ کر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو شدتِ غم کی وجہ سے کئی دن تک گھر سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ چچا کے لیے آپ ﷺ بدستور مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے منع فرما کر یہ آیت نازل کر دی:

"نبی کریم ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ایسا کرنا سزاوار نہیں کہ جب واضح ہو گیا یہ لوگ جہنمی ہیں پھر مشرکوں کی بخشش کے طلب گار ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے اعزہ و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔"

Marfat.com

سید الشہداء کی مظلومانہ شہادت اور نبی کریم ﷺ کے مبارک آنسو

۲ہجری کو بدر کے میدان میں محمد رسول اللہ ﷺ اپنے تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ خیمہ زن تھے۔ حق و باطل کے ٹکرانے میں تھوڑا ہی وقت باقی تھا۔ اس عالم میں ہادیٔ کائنات ﷺ نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اپنے رب کے حضور بلند کردیے اور گریہ و زاری کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے دعا مانگنے لگے۔

اے اللہ! یہ تیرے موحد بندوں کی مختصر جمعیت آج تیرے نام پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہے۔ اے اللہ! یہ بے سروسامان، ننگے بدن آئے ہیں، ان کے پاس نیزے ہیں نہ تلواریں اور نہ ڈھالیں۔ یہ تو محض تیری نصرت کے منتظر ہیں۔ اے اللہ! اگر آج یہ ناکام و نامراد ہوگئے تو پھر شاید اس زمین پر تیرا کوئی نام لینے والا نہ رہے گا۔

رب تعالیٰ سے راز و نیاز کے لشکر کے سپہ سالار رسول ﷺ نے غرور و تکبر کے ایک ہزار پتلوں کے سامنے اپنے مجاہدوں کو سینہ سپر کردیا۔ دشمن کی طرف سے سب سے پہلے قریش سردار عتبہ، اس کا بھائی شیبہ اور ولید لوہے میں غرق ہوکر مبارزت دیتے ہوئے آئے۔ کون ہے جس میں ہم سے لڑنے کا دم خم ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے ان کے مقابل اپنے انصار صحابہ کو بھیجا تو انھوں نے کہا ہم قریشی صرف قریشیوں سے ہی پنجہ آزمائی کریں گے۔

اس پر نبی مکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی وار میں عتبہ کو جہنم رسید کردیا۔ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جرأت و بہادری کی عظیم تاریخ رقم کردی۔ شہادت کی تمنا میں دشمن پر

Marfat.com

ایسے ٹوٹ پڑے کہ دشمن کے قدم اکھیڑ دیے۔ ابوجہل جو اس میدان میں شیطان کا علمبردار تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تو شان ہی کچھ اور تھی، وہ جدھر جاتے کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ صفیں درہم برہم ہو جاتیں۔ دشمن آگے آگے بھاگ رہے ہوتے۔ بدر کی عظیم الشان فتح نے مسلمانوں کی ہر طرف دھاک بٹھادی۔ مکہ والے تو شکست کے زخم چاٹنے پر مجبور ہوئے ہی تھے، مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کو جو اس زعم میں مبتلا تھے کہ بدر مسلمانوں کا قبرستان بنے گا، انھیں بھی سانپ سونگھ گیا۔

محمد کریم ﷺ فاتح بن کر مدینہ آئے لیکن کافر شرم ناک شکست کھا کر مکہ لوٹ گئے۔ مکہ والوں کو جب اپنے سورماؤں کے کھجور کے تنوں کی طرح اللہ کے شیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کٹنے کا پتہ چلا تو انتقام کی آگ ان کے دلوں میں بھڑک اٹھی۔ انھوں نے عہد کیا کہ وہ اس کا بدلہ ضرور لیں گے۔ قریشیوں نے ابوسفیان کے قافلہ کی ساری آمدن اس میں جھونک دی۔ ادھر انھوں نے اپنے پیاروں پر آنسو بہانے اور جدائی کے غم کو نوحہ و مرثیہ سے ہلکا کرنے پر پابندی لگادی۔

انتقام کا لاوا پک کر جب آتش فشاں بن گیا تو کفار کا لشکر تین ہجری شوال کے مہینے میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ تین ہزار جوانوں، تیر اندازوں اور شمشیر زنوں کا یہ لشکر جس کی رہنمائی اور دلنوائی شیطان کر رہا تھا، ابوسفیان کی قیادت میں اللہ والوں سے ٹکرانے آیا۔ عرب میں اس سے پہلے کوئی لشکر اتنی سج دھج سے مقتل روانہ نہ ہوا تھا۔ اس لشکر میں سات سو زرہ پوش اور ماہر تیر انداز تھے۔ تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ اپنی کثرت پہ نازاں مکے کی حسیناؤں کے جلو میں جام و سبو لنڈھاتے، رقص و سرور اور رزمیہ گیت گاتے کفار جب مدینہ کی طرف بڑھے تو نبی رحمت ﷺ نے ان کی اطلاع پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دے دیا تو نبی کریم ﷺ نے کبار صحابہ سے مشاورت کی کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ کے اندر رہ کر کیا جائے یا مدینہ سے باہر میدان جہاد کو سجایا جائے۔ مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ مقابلہ مدینہ سے باہر ہوگا۔ چنانچہ تاجدار مدینہ ایک ہزار کا لشکر

Marfat.com

لے کر مدینہ سے عازم سفر ہوئے۔ ان مجاہدوں میں سے صرف ایک سو زرہ پوش تھے۔ جب جیش محمد ﷺ جبل احد کے قریب پہنچا تو رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں سمیت علیحدہ ہوگیا۔ اس نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے یہ چال چلی لیکن جن قدسی پیکروں کا یہ ایمان تھا کہ ﴿کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة﴾ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑے لشکروں پر غالب آئیں یہ تو وہ لوگ تھے جو شہادت کا جام پینے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری بلکہ ان کا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ تلواریں ٹکرانے سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے میدان جہاد کا جائزہ لیا اور لشکر کی پشت کو کسی قسم کے خطرہ سے محفوظ بنانے کے لیے گھاٹی پر ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی کمان میں مقرر کیا اور حکم دے کر فرمایا کہ جب تک میں تمھیں درہ چھوڑنے کا حکم نہ دوں تم نے ہرگز یہاں سے نہیں ہٹنا۔ جنگ کا الاؤ جب روشن ہوا تو ابتدا میں فدا کاران مصطفی ﷺ کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ دشمن کے قدم اکھڑ گئے، ان کے لاشے گرنے لگے اور بپھرے سورمے بکھرنے لگے، باوجود اس کے کہ قریش کی عورتیں ان کے حوصلے بڑھا رہی تھیں۔ بھاگنے والوں کو میدان کی طرف جانے پہ مجبور کر رہی تھیں۔ جب دشمن بھاگ کھڑا ہوا تو مسلمانوں نے ان کا مال غنیمت سمیٹنا شروع کیا۔ یہ منظر جب گھاٹی پر تعینات دستے نے دیکھا تو کچھ لوگوں نے کہا مسلمان فاتح بن گئے، لہٰذا ہم بھی مال غنیمت اکٹھا کریں۔ امیر دستہ نے انھیں فرمان نبوی ﷺ یاد دلا کر وہیں جمے رہنے کی تلقین کی لیکن وہ تدبیری غلطی کا شکار ہو کر درہ چھوڑ گئے۔ ادھر خالد بن ولید نے جب درہ سے لوگوں کو ہٹتے دیکھا تو ایک ماہر میدان جنگ کی طرح کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر مسلمانوں کی پشت سے زوردار حملہ کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ کفار مکہ کے اس حملہ نے مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور آن واحد میں ۷۰ صحابہ شہید ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو یکجا کیا اور دشمن سے لڑنے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کی جرأت و بہادری کے سامنے بڑے بڑوں کے پتے پانی ہوتے تھے ان کی شان تھی کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تلوار تھام کر دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا آخری دشمن اسلام اپنے دور کا نامور جنگجو سباع بن عبدالقریٰ تھا۔

سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارا کہ تو محمد رسول اللہ ﷺ سے لڑنے آیا ہے اور پھر زرہ پوش سباع کو تلوار کے ایک زوردار وار سے دو حصوں میں کاٹ کر جہنم رسید کر دیا۔ ادھر قریب ہی وحشی بھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھا تھا، اس کو کسی اور سے کوئی غرض نہ تھی، وہ صرف سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس کے لیے آزادی کا پروانہ تھا۔ وحشی جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور جبیر کے چچا طعیمہ بن عدی کو سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر میں جہنم رسید کیا تھا۔ اپنے چچا کے انتقام کے لیے اس نے وحشی سے عہد کیا کہ اگر وہ حمزہ کو شہید کر دے گا تو وہ آزاد ہے۔

وحشی نے جب دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی رینج میں آ چکے ہیں تو اس نے اپنا بھالا پھینکا جو کہ آپ کے پیٹ میں لگا اور آپ رضی اللہ عنہ گر گئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نہ اٹھ سکے اور ﴿من قضی نحبه ومنهم من ينتظر﴾ کا عہد رب سے پورا کر دیا۔

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کفار کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی۔ ہند بنت عتبہ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کے بے روح بدن سے کان ناک اور ہونٹ کاٹ کر انھیں پرو کر ہار بنایا۔ اس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینے کو چیر کر جگر نکالا اور وحشیوں کی طرح چبانا چاہا مگر وہ نگل نہ سکی اور اگل دیا۔

جنگ کے اختتام پر کفار نے مکہ کی راہ لی تو محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثاروں کی لاشیں دیکھنا شروع کی اس دوران اپنے محبوب چچا کی مثلہ کی گئی لاش کو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اللہ اکبر! یہ وہی چچا تھے جب ابوجہل نے نبی ﷺ کو پتھر مار کر زخمی کر دیا تو انھیں اس وقت تک سکون نہ آیا جب تک ابوجہل کا سر کمان سے نہ پھاڑ دیا۔ چچا نے بھتیجے کو بدلہ لینے کی خوشخبری سنائی تو نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں ہوتی۔ میری خوشی چاہتے ہو تو اسلام کو قبول کر لو۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور پھر اس اسلام کی خاطر احد میں شہادت پا کر ''سید الشہداء'' کا مقام پایا۔

Marfat.com

اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کردیا اور یوں انھیں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ نبی ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں اور انھیں ذوالنورین کا لقب ملا۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح زمین پر نبی ﷺ کی رضا اور آسمان پر عرش والے رب کا حکم تھا۔ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک روز دربار نبوی میں طلب کیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

عثمان میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور میری طرف اللہ کا یہ پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح تم سے کردوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو سر اطاعت خم کردیا۔

بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوگئیں تو انھی دنوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دختر نیک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند بھی فوت ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوہ بیٹی کے نکاح کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی مگر انھوں نے انکار کردیا۔ اس انکار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دربار نبوی ﷺ میں پہنچے اور اپنے پیرومرشد کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب تمام بات سن لی تو ان کے اطمینان قلب کے لیے فرمایا: اے عمر! فکرمت کرو اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی دے گا اور حفصہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر دے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی مکرم ﷺ سے ہوگیا اور وہ ام المومنین بن گئیں۔ ادھر عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کردیا گیا۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رفاقت ۳ ہجری سے ۹ ہجری تک محیط ہے۔
۹ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی عثمان رضی اللہ عنہ کو داغ مفارقت دے گئیں۔ انھیں جب دفن کر دیا گیا تو حضور اکرم ﷺ آپ کی قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ بیٹی کی جدائی نے آپ ﷺ کو مغموم کر دیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے شدت غم کے سبب آنسو جاری ہو گئے۔

Marfat.com

مکہ کا شہزادہ احد میں جام شہادت نوش کر گیا

اولین راہ وان اسلام میں سے ایک مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مصعب رضی اللہ عنہ مکہ کے امیر ترین خاندان کے فرزندار جمند تھے۔ ماں کے راج دلارے اور باپ کی آنکھوں کے تارے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جن کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا۔ ماں باپ اپنی اولاد میں سے سب سے زیادہ محبت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کرتے تھے۔ نازونعم میں پل کر سن شعور کو پہنچے تو رب تعالیٰ نے فطرت سلیم سے نوازدیا۔ مال ودولت، نوکروں کی فوج، غلاموں کی جماعت سب کچھ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نخوت وکبیر کو ان سے کوسوں دور کردیا تھا۔ انھیں اچھالباس زیب تن کرنے اور خوشبوؤں کی مہک میں معطر رہنے کا شوق تھا۔ مصعب رضی اللہ عنہ جب گھوڑے پر بیٹھ کر نکلتے تو لوگ انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہی رہ جاتے۔ سبحان اللہ! عرب کے اس شہزادے کے ذوق نفیس کا پتہ ذہنوں کو معطر کردینے والی خوشبوؤں سے چلتا ہے۔ وہ خوشبو کے رسیا تھے۔

نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے میں نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جیسا خوبصورت، ریشمی زلفوں والا، خوش لباس، خوش خوراک اور خوش پوشاک کوئی نہیں دیکھا۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اگر کسی گلی کوچے میں سے خوشبو کے فوارے اٹھ رہے ہوتے تو لوگ کہتے یقیناً اس جگہ سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ گزرے ہیں لیکن یہی مصعب رضی اللہ عنہ جب اسلام کی خوشبو کو اپنے سینے میں بسالیتے ہیں تو دنیا سے بے نیاز ہوجاتے ہیں۔

معرکہ بدر میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کے پاسبان تھے تو ان کے کنبے کے کئی افراد شرک وظلمت کے دست وبازو تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے جب مسلمانوں کو فتح

Marfat.com

عطا کی اور مسلمانوں نے ۷۰ افراد کو قید کر لیا تو ان قید ہونے والوں میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ابو عزیر بن عمیر بھی شامل تھے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک انصاری صحابی ابو عزیر کو قید بنانے کے لیے ان کے ہاتھ باندھ رہے ہیں تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس انصاری صحابی سے کہا اس شخص کے ذریعے اپنے ہاتھ مضبوط کرتا، اس کی ماں بڑی مال دار ہے۔ وہ غالباً تمھیں اچھا فدیہ دے گی۔ اس پر ابو عزیر نے اپنے بھائی مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا میرے بارے میں تمھاری یہ وصیت ہے؟ مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ تمہاری بجائے یہ انصاری میرا بھائی ہے۔

۳ ہجری کو جب غزوۂ احد برپا ہوا تو نبی رحمت ﷺ نے اپنے اس عظیم صحابی کو علم برداری کا شرف عطا کیا۔ احد میں جب مسلمانوں نے جیتی جنگ اپنی غلطی سے گنوادی اور پلڑا ان کی بجائے کفار کی طرف جھک گیا تو مسلمانوں نے بے جگری سے لڑکر اپنے آقا کی حفاظت کی۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر زور سے نعرہ لگایا تاکہ مسلمان اس پرچم تلے جمع ہو کر دشمن کو دنداں شکن جواب دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دوں گا۔ یہ کہہ کر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں علم تھام کر لڑنا شروع کر دیا۔ اسی دوران ایک بدبخت کافر ابن قمیہ نے تلوار کا وار کر کے آپ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو آپ نے علم بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کٹے ہاتھوں سے علم کو سینے سے لگالیا۔ ابن قمیہ نے اب نیزے کا بھرپور وار کیا جو آپ کے سینے کو چیر گیا اور آپ شہید ہو گئے۔ شہادت سے پہلے اس علم کو آپ کے بھائی ابوالروم نے تھام لیا اور آخر وقت تک اس کو بلند کیے رکھا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قاتل یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ﷺ ہیں کیونکہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی شکل نبی مکرم ﷺ سے ملتی تھی۔ ہم شکل ہونے کی بنا پر ابن قمیہ نے چلا چلا کر لوگوں سے کہا: محمد ﷺ قتل کر دیے گئے۔ اس پراپیگنڈے کا مسلمانوں پر بہت برا اثر ہوا۔

جنگ کے خاتمہ پر جب شہداء کے ورثاء کو جنگ کی صورتحال کا پتہ چلا تو وہ خبرگیری کے

Marfat.com

لیے بے قرار تھے۔ جنگ کے نقصانات میں سے ایک بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر مقری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ ان کی بیوی حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔ وہ بھی شہدائے احد کے بارے میں جاننے کے لیے بے تاب تھیں۔ انھیں بتایا گیا کہ تمھارے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں تو انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر انھیں بتایا گیا تمھارے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیے گئے تو انھوں نے پھر وہی کلمات دہرائے۔ اس کے بعد ان کو بتایا گیا کہ تمھارے شوہر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں تو وہ دھاڑ مار کر رو پڑیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو! اس کے دل میں شوہر کی کتنی محبت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو بھی اپنے اس عظیم صحابی کی جدائی کا بہت غم ہوا۔ آپ ﷺ نے شہداء کی تکفین کا جب کام شروع کیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو جو کفن میسر آ سکا وہ ایک چھوٹی سی چادر تھی۔ اگر آپ کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ یہ عجیب روح فرسا منظر تھا۔ صحابہ اور نبی کریم ﷺ سبھی آبدیدہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سر کو ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ بالآخر راہ حق کا یہ عظیم مسافر، بے لوث مبلغ اس دنیا سے رخصت کر دیا گیا۔

Marfat.com

دادا عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب کا دل اپنے اس یتیم پوتے کی محبت وشفقت کے جذبات سے تپ رہا تھا۔ کیونکہ اپنے بیٹے عبداللہ کی اس اکلوتی نشانی کو جب یتیمی کا داغ ملا تو عبدالمطلب کے پرانے زخم تازہ ہو گئے۔ عبدالمطلب کے جذبات میں پوتے کے لیے ایسی رقت تھی کہ ان کی اپنی صلبی اولاد میں سے بھی کسی کے لیے اتنی رقت نہ تھی۔ عبدالمطلب اپنے پوتے کو کسی طرح تنہا چھوڑنے پر تیار نہ تھے بلکہ اپنے بیٹوں سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا، ان کے سارے بیٹے فرش کے اردگرد آ کر بیٹھ جاتے۔ عبدالمطلب تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھتے۔ ان کی عظمت اور رعب ودبدبہ کے پیش نظر ان کے کسی بیٹے کو ہمت نہ ہوتی کہ وہ باپ کے لیے بچھے فرش پر بیٹھ جائے لیکن رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو فرش پر آ کر بیٹھتے۔ ابھی آپ ﷺ کم عمر تھے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرات آپ ﷺ کو ہٹانا چاہتے لیکن جب عبدالمطلب ان کو ایسا کرتے دیکھتے تو فرماتے: میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو۔ بخدا! اس کی شان ہی نرالی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میرا پوتا بلند مراتب پائے گا جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچ سکا۔ پھر انھیں اپنے ساتھ اپنے فرش پر بٹھا لیتے۔ اپنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ سہلاتے اور ان کی حرکات دیکھ کر خوش ہوتے۔ والدین کے بعد دادا نے بہت ہی احسن انداز میں آپ ﷺ کی تربیت کی۔ آپ نے حتی الوسع کوشش کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنے ماں باپ کی یاد نہ ستائے۔ ابھی آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال اور دو ماہ ہوئی تھی کہ دادا کا سایۂ شفقت بھی اٹھ گیا۔ طبقات ابن سعد میں ام ایمن کا بیان رقم کیا گیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور دادا کی شفقت و محبت کو یاد کرتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

Marfat.com

عبدالعزیٰ کی وفات

عبدالعزیٰ گاہے گاہے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سنتے رہتے تھے۔ دل میں توحید کو اپنانے کا ذوق پیدا ہوگیا لیکن چچا سے اس قدر ڈر لگتا تھا کہ اظہارِ اسلام نہ کر سکے۔ نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس گئے تو عبدالعزیٰ نے چچا سے کہا:

چچا جان! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپ کا حال وہی پہلے جیسا ہے، میں اپنے ماہ و سال پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت دیجیے میں اسلام قبول کرلوں۔

چچا نے جب یہ حال سنا تو غضبناک ہوکر کہنے لگا: عبدالعزیٰ! دیکھ اگر تو محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو جو کچھ میں نے دیا ہے وہ سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا حتیٰ کہ تیرے بدن پر جو لباس ہے وہ بھی اتروالوں گا۔

عبدالعزیٰ نے چچا کی بات سن کر جواب دیا۔ چچا جان! جو کچھ بھی ہو جائے میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کی اطاعت و اتباع کو اپنا کر رہوں گا۔ میں شرک اور بت پرستی سے بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کا منشا ہے وہ کیجیے اور جو کچھ میرے پاس زر و مال ہے، سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں رہ جانا ہے، اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

عبدالعزیٰ یہ کہہ کر بدن کے کپڑے بھی اتار دیتے ہیں اور اسی حالت میں اپنی ماں کے پاس پہنچتے ہیں۔ ماں دیکھ کر حیران رہ گئی کہ میرا بیٹا آج کس حال میں ہے۔ عبدالعزیٰ نے کہا: میں مومن و موحد ہو گیا ہوں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں جا کر باقاعدہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا مجھے ستر پوشی کے لیے کپڑے عطا کر دیجیے۔ ماں نے ایک کمبل ان کو تھما دیا۔ عبدالعزیٰ

Marfat.com

نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر لے لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گئے اور مسجد کی دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے آقا کا انتظار کرنے لگے۔ نبی ﷺ جب مسجد میں داخل ہوئے تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمھارا نام عبداللہ ہے۔ ذوالبجادین تمھارا لقب ہے۔ تم ہمارے قریب میں ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔ عبداللہ ''البجادین اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ نبی ﷺ سے قرآن سیکھتے اور دن بھر عجب ذوق وشوق اور جوش ونشاط سے پڑھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو فرمایا: عمر! اسے کچھ نہ کہو یہ تو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ کے سامنے جب غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آ حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ میں بھی راہ حق میں شہید کر دیا جاؤں اور اپنی شہادت کی تمنا سے اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار کر لاؤ۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ چھلکا لے آئے تو نبی ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تو شہادت کا طلب گار ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آ جائے اور اس تپ سے تم فوت ہو جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔

تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ انھیں تپ چڑھی اور عالم بقاء کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔ رات کا وقت تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو لحد میں اتار رہے

Marfat.com

تھے۔ نبی ﷺ بھی ان کی قبر میں اترے۔ اس پیارے صحابی کو جس نے اللہ اور رسول ﷺ کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا، الوداع کہتے ہوئے آپ ﷺ غمگین تھے اور آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑیاں بن کر داڑھی کو بھی تر کر رہے تھے۔ اس موقع پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((ادباً إلى أخيكما.))

"اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔"

جب ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اس پر مٹی ڈالی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: الٰہی! آج کی رات تک میں اس سے خوش رہا ہوں اے اللہ! تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس موقع پر موجود تھے اور نبی مکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی کیفیات کو دیکھ رہے تھے اور جو الفاظ نبی مکرم ﷺ نے اپنے پیارے صحابی ذوالبجادین کے لیے فرمائے تھے ان کو سن کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اے کاش! اس قبر میں مجھے دبایا جاتا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے بارے نبی مکرم ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف صادق آئی اور آپ رضی اللہ عنہ جہاد کے راستے میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے تشریف لائے تھے، دل میں شہادت کی تمنا مچل رہی تھی لیکن نبی مکرم ﷺ نے اپنے رب سے دعائیہ انداز میں جو فرمایا کہ الٰہی میں کفار پر عبداللہ رضی اللہ عنہ کا خون حرام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سچ ثابت کر کے عبداللہ البجادین رضی اللہ عنہ کو شہادت کے مراتب عطا کر دیے۔

Marfat.com

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم جان لیوا ثابت ہوا

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بئر مرک پر بیٹھے یہ سوچ بچار کر رہے تھے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں اسلام کی دعوت کس طرح پیش کی جائے دوسری طرف سعد بن معاذ اور اسید رضی اللہ عنہم جو ان قبائل کے سردار تھے، ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بے وقوفوں کو بہکا رہے ہیں۔ سعد بن معاذ کہنے لگے اسد تمھیں پتہ ہے اسعد میرے خالہ زاد ہے۔ اگر قرابت نہ ہوتی تو میں خود جاتا لیکن اب تم جاؤ اور انھیں ایسے جھڑکو کہ وہ تمھارے اور ہمارے محلے کا رخ نہ کریں۔ اسید نے آ کر گالیاں دینا شروع کر دیں تو استاد مدینہ مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا کاش! آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے تو قبول کر لیں ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔ انھوں نے سوچا سننے میں کیا حرج ہے، آخر پتہ تو چلے ان کی دعوت کیا ہے؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت بیان کی اور قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ قرآن کا سننا تھا کہ پتھر دل موم ہو گیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اب اسید رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر اسلام قبول کر لے تو مدینہ میں آپ کی مخالفت کرنے والا کوئی نہ رہے اور وہ ہستی ہیں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

اسید اسلام کے سامنے سرنگوں ہو کر حضرت سعد بن معاذ کی جانب چلے۔ جب قریب پہنچے تو اسید کے تیور دیکھ کر دل میں کہنے لگے اسید کا وہ چہرہ دکھائی نہیں دیتا جو جاتے وقت تھا۔ اسید رضی اللہ عنہ جب قریب آ کر بیٹھ گئے تو سعد بن معاذ نے بہت بے تابی سے پوچھا تم نے انھیں کیا کہا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ بولے خوب سمجھا دیا ہے، وہ کہتے ہیں آئندہ تمھاری منشا کے خلاف نہ کریں گے۔ لیکن سعد وہاں ایک حادثہ بھی پیش آ گیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے اور اسعد کو اس لیے قتل کرنے پر بضد تھے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے۔ یہ سن کر وہ غصے میں جب وہاں پہنچے

Marfat.com

تو دیکھا حضرت مصعب اور اسعد بھی وہاں مطمئن بیٹھے ہیں تو وہ حضرت اسید کی مدد کو سمجھ لیے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آتے ہی انھیں گالیاں دینا شروع کر دیں اور اسعد رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تم میرے بھائی نہ ہوتے تو تمھیں یہاں آنے کی جرأت نہ ہوتی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعد آپ آیئے اور ہماری بات سنیں اگر تو پسند آجائے تو قبول کر لیں اور اگر ناپسند ہو تو انکار کر دیں۔

مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی اور قرآن مجید سنایا۔ دعوت نے اپنا کام دکھایا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے اپنے قبیلے بنو عبدالاشہل کو جمع کیا اور کہا تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ سب نے کہا تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے، تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بولے پھر سنو! خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں، جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ شام تک پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

بدر کا معرکہ اس عہد کی اولین آزمائش تھی۔ رمضان المبارک دو ہجری کو جب اللہ تعالیٰ نے ۳۱۳ کے لشکر کے لیے ابوسفیان کے قافلہ کی بجائے ابوجہل کے ایک ہزار کے لشکر سے سینہ سپر ہونے کی فضا پیدا کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثاروں کی رائے لینے کے لیے مشاورت عامہ طلب کی۔ جب آپ ﷺ نے مشورہ طلب کیا تو مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے بہت پر جوش تقاریر کیں۔ آپ نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا تو مہاجرین نے اطمینان بخش جواب دیا۔ جب آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ پوچھا تو اب انصار سمجھے کہ سالارِ اعظم ﷺ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار کی طرف سے کھڑے ہوئے اور گویا ہوئے کہ حضور ﷺ انصار کا مدعا جاننا چاہتے ہیں۔ شاید حضور ﷺ نے سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں تو میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ کسی سے معاہدہ فرمایئے یا کسی سے معاہدہ نامنظور کیجیے۔ ہمارے زر و مال سے

Marfat.com

جس قدر منشا مبارک ہو لیجیے۔ ہم کو جو مرضی ہو عطا کیجیے۔ مال کا جو حصہ حضور ﷺ ہم سے لیں گے وہ ہمیں زیادہ پسند ہوگا' اس مال سے جو حضور ﷺ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضور ﷺ دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضور ﷺ عمران کے چشمے تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو آپ ﷺ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔

انصار نے جو عزم ظاہر کیا اسے بدر واحد میں سچ کر دکھایا۔ فداکاری کی ایسی ایسی مثالیں پیش کیں کہ دنیا ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ خندق میں بھی انصار نے اپنے عزم کو بالجزم کر دیا۔ قریش مکہ جو فیصلہ کن جنگ کا قصد لے کر قبائل عرب کو لالچ اور حلیف بنا کر مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے، اب وہ مسلمانوں کا قصہ تمام کر کے جانا چاہتے تھے۔

ایک طرف بنوغطفان، بنوکنانہ، اہل تہامہ، بنوفزارہ، بنی مرہ، بنی اشجع، اہل نجد اور دیگر قبائل پر مشتمل دس ہزار کا خونخوار لشکر تھا اور ساتھ ہی بنونضیر، بنوقینقاع اور بنوقریظہ کی سازشیں تھیں۔ نبی ﷺ نے مشاورت کے بعد سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر گہری خندق کھودنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوش و جذبے سے خندق کھود رہے تھے اور زبانوں پر یہ شعر تھا۔

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجہاد ما بقینا ابدا

خندق کھودنے کے دوران نبی ﷺ نے بہت سی پیشین گوئیاں فرمائیں، جنہیں منافق و کافر سنتے تو مذاق کرتے ہوئے کہتے مسلمانوں کی زندگیوں کے دن گنے جا چکے اور یہ قیصر و کسریٰ کے محلات پر قبضے کا خواب دیکھتے ہیں۔

جب لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو بنوقریظہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے، انھوں نے مسلمانوں کی پشت پر چھرا گھونپنے کے منصوبے حیی ابن اخطب کے ساتھ مل کر بنا لیے۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو سرداران بنوغطفان سے ایک تہائی پیداوار میوہ پر صلح کی بات چیت شروع کی۔ جب انصار کو یہ پتہ چلا تو اوس وخزرج کے سرداروں سعد بن

Marfat.com

معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور دونوں نے کہا جن دنوں میں ہم شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے تو اس وقت بھی ہم نے ان کو ایک کھجور تک نہ دی۔ آج جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے مشرف کیا ہے تو ہم انھیں پیداوار کا ثلث کیوں دیں؟ ان کے لیے ہمارے پاس تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بیس دن تک جب احزاب کچھ نہ کر سکے بلکہ عمر بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ جیسے اہم جنگجو مروا لیے تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور ناکام و نامراد لوٹ گئے۔ اس کے بعد قریش کو کسی ایسے لشکر کو جمع کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ہاں اس جنگ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ ایک مشرک حبان بن عبد مناف جو ابن العرقہ کے نام سے جانا جاتا تھا، اس نے چھپ کر زرہ پوش سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا نشانہ لے کر آپ کے بازو پر تیر مارا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل کٹ گئی اور بہت زیادہ خون بہہ گیا۔ یہ زخم اتنا کاری تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس سے جانبر نہ ہو سکے۔ ادھر جب احزاب خاب و خاسر واپس پلٹ گئے تو بنو قریظہ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

نبی مکرم ﷺ نے انھیں پیغام بھیجا کہ تم نے جو بدعہدی کی ہے، اس کی آ کر وضاحت کرو تو وہ قلعہ بند ہو کر لڑائی پر تیار ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ذی الحجہ کو یہ محاصرہ شروع ہوا جو ۲۵ دن تک رہا۔ بنو قریظہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انھوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کے ذریعے صلح کی کوشش کی۔ اس طرح یہ طے پایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حاکم ہوں گے جو وہ فیصلہ کریں دونوں کو قبول ہوگا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ دیا وہ اس طرح تھا۔ ان کے جنگجو مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور مال تقسیم کیا جائے۔

اس فیصلہ پر عملدر آمد کے کچھ دن بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی حالت بگڑ گئی، ان کا زخم جان لیوا ثابت ہوا۔ ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی کہ صحابہ کرام نے نبی مکرم ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ مسجد تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے بڑی شفقت و محبت سے اوس کے عظیم

Marfat.com

مجاہد و سردار کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا۔ اللہ اکبر!! یہ کیسی خوش نصیبی تھی کہ آقا کی گود میں سر رکھے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا۔ سعد کی جدائی سے نبی ﷺ کو بہت غم ہوا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے اتنے آنسو جاری ہوئے کہ صحابہ نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ تدفین کے بعد بھی آپ ﷺ اس انصار صحابی کے لیے زار و زار رو رہے تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر رخساروں اور ریش مبارک کو تر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے ہیں اور ان کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز اٹھا ہے۔

Marfat.com

اپنے رب کے حضور گڑگڑانے کا انداز

جنگ بدر کے موقع پر جب مشاورت ختم ہوئی تو رات کا ایک حصہ بیت چکا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ تمام صحابہ رات بھر آرام کریں تاکہ جب دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوں تو تازہ دم ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیند کی آغوش میں پہنچے تو حضور اکرم ﷺ اپنے رب کے حضور راز و نیاز کی غرض سے جا پہنچے۔ رب احد و صمد کی تعریف اور نماز میں رو رو کر مالک الملک سے فتح کی دعائیں مانگیں۔ اس موقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نہایت عجز و تضرع اور خشیت سے اشک بہا رہے تھے۔ رکوع و سجود اور قیام میں آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو دست دعا رب اعلیٰ کے حضور پھیلا دیئے۔ زبان اقدس سے دعا کے الفاظ موتیوں کی لڑیاں بن کر نکل رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''یا رب العالمین! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا اسے سچ کر دکھا یا اللہ! آج اگر مسلمانوں کی یہ جماعت تہہ تیغ کر دی گئی تو پھر روئے زمین پر تیرا نام لیوا کوئی نہ بچے گا۔'' دعا کے لیے یونہی ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے تھے اور آقائے دو جہاں کی چشم نم بھی آسمان کی طرف اٹھی تھی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے ندامت سے بچا۔ اے اللہ! میں آپ کو آپ کا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ دعا کے بعد آپ ﷺ نے پھر اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔ آہ و زاری اس قدر کی کہ ہچکی بندھ گئی تو اس عالم میں آپ کے صدیق آپ سے لپٹ گئے اور فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! بس کیجیے۔ یقیناً اللہ آپ سے اپنا وعدہ پورا کرے گا اور آپ کی نصرت فرمائے گا۔ دنیا نے پھر دیکھا اور سنا لیکن کفار مکہ نے اس نصرت الٰہی کا مشاہدہ اور عملاً مزہ چکھا۔ رب العالمین نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو اتنا پسند کیا کہ فرشتوں کے لشکر بھیج کر مکہ والوں کا غرور و تکبر خاک کر دیا۔

Marfat.com

نماز میں رسول اللہ ﷺ کی ہچکیاں

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا آپ ﷺ دنیا و مافیھا سے بے فکر، دنیا والوں سے رشتہ و تعلق توڑ کر اپنے خالق و مالک سے ناتا جوڑے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نماز میں رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر تھا کہ روتے روتے آپ ﷺ کی ہچکی بندھ گئی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آنکھیں ایسی ہیں جو جہنم کی آگ سے محفوظ ہوں گی، ایک وہ آنکھ جس نے مسلمانوں کی سرحدوں کا پہرہ دیا۔ جب ساری دنیا سو رہی تھی تو مجاہد فی سبیل اللہ نے دشمن کے کسی بھی حملے کو روکنے کے لیے اور آگاہ رہنے کے لیے ملک کی سرحدوں کا پہرہ دیا تو یہ آنکھ جہنم کی ہولناکیوں سے محفوظ رہے گی اور ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہہ پڑی یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

نبی مکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے، اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے جانور کے تھنوں سے دودھ دوہنے کے بعد تھنوں میں واپس جانا ناممکن ہے۔

Marfat.com

نبی مکرم ﷺ کے آنسوؤں سے ابن مظعون کا چہرہ تر ہو گیا

ہجرت کرنے کے بعد حبشہ میں مسلمانوں کو راحت و آرام نصیب ہوا لیکن یہ سب عارضی ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مکہ کے تمام کفار نے اسلام قبول کر لیا ہے اور مکہ میں اسلام کا ہر سو بول بالا ہے۔ دشمن اب دوست بن گئے ہیں۔ راہوں میں کانٹے بچھانے والے اب ناصر و معاون بن گئے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ خبر سن کر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انھیں بے تابی سے مکہ کے در و دیوار اور اپنے اہل و عیال کی یاد ستانے لگی۔ چنانچہ مسلمان مکہ کو واپس پلٹ آئے لیکن جو کچھ انھوں نے سنا تھا وہ کذب بیانی اور دروغ گوئی تھی۔ اہل مکہ کا پراپیگنڈہ اور دجل و فریب تھا۔ بہر حال مسلمان اب مکہ آ چکے تھے۔ انھیں مکہ میں داخل ہونے کے لیے انھیں کسی نہ کسی معتدل مزاج سردار کا سہارا اور پناہ لینی پڑی۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ولید بن مغیرہ سے پناہ کی درخواست کی۔ ولید کی طرف سے پناہ ملنے کے بعد آپ اپنی اہلیہ خولہ بنت حکیم اور بیٹے حضرت سائب کے ہمراہ امن و سکون سے رہنے لگے۔ کوئی آپ کی طرف میلی نگاہ سے بھی نہ دیکھتا جبکہ جو بھی نیا شخص اسلام قبول کرتا اسے مشق ستم بنایا جاتا۔ ایک روز عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ میرا ایمان کیسا ہے کہ میں تو امن و سکون سے زندگی بسر کر رہا ہوں جبکہ اہل اسلام پر کڑا وقت ہے، سختیاں ہیں، ان کے لیے حالات نہایت دشوار اور کٹھن ہیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے ولید بن مغیرہ کی پناہ واپس کرنے کا پختہ تہیہ کر لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے ابو عبد شمس! تم نے میرا خوب ساتھ دیا لیکن اب میں تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں۔

ولید بن مغیرہ یہ سن کر دم بخود رہ گیا کہ مسلمان تو اس وقت اعداء کے ہاتھوں پہنچنے والی ایذا رسانی کے سبب پناہ ڈھونڈ رہے ہیں اور عثمان میری پناہ واپس کر رہا ہے۔ ولید نے کہا: لگتا ہے

Marfat.com

میرے قبیلے کے کسی فرد نے تمہیں کچھ کہا ہے، تم مجھے بتاؤ میں اس سے نپٹ لیتا ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میں تمھاری پناہ سے نکل کر اپنے رب کی پناہ اختیار کرتا ہوں جو حقیقی پناہ دینے والا ہے۔ میں اس کی پناہ پر راضی ہوں۔ ولید نے کہا: پھر کعبہ میں چلو جہاں میں نے تمھیں پناہ دی تھی۔ وہیں جا کر تم مجھے میری پناہ واپس کردو۔ چنانچہ مسجد میں پہنچ کر ولید بن مغیرہ نے کہا: لوگو! سن لو میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی، اب میں اپنی پناہ واپس لیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تصدیق کردی۔ اس کے بعد آپ واپس اپنے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں مشہور عرب شاعر لبید بن ربیعہ قریشی کی محفل مشاعرہ جمی ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں شریک ہو کر اس کا کلام سننے لگے۔ لبید رضی اللہ عنہ نے شعر کا پہلا مصرعہ پڑھا:

((الا کل شی ء ما خلا اللہ باطل.))

''اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بے کار ہے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے دوسرا مصرع پڑھا جس کا مطلب تھا: ''ہر نعمت ضرور ایک دن ختم ہوگی۔'' یہ سن کر عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ جنت کی نعمتوں کو زوال نہیں۔ اس حق گوئی پر عثمان رضی اللہ عنہ کی شاعر لبید اور اس کے مداحوں سے تکرار شروع ہوگئی جو بالآخر لڑائی میں بدل گئی۔ ایک شخص نے اس لڑائی میں آپ کو مکہ مار دیا۔ آنکھ پر مکہ اس زور سے رسید ہوا کہ ان کی آنکھ کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور آنکھ بھی سیاہ ہوگئی۔ یہ منظر ولید بن مغیرہ نے بھی دیکھا۔ اس نے کہا: اے بھتیجے! اگر تم میری پناہ میں ہوتے تو تمھیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: چچا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اللہ کی قسم! میرا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر میری دوسری آنکھ کو بھی ایسی تکلیف دی جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رجحان ابتدا سے ہی عبادت اور زہد و تقویٰ کی طرف مائل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دورِ جاہلیت میں ہی شراب نوشی ترک کر دی تھی۔ کسی نے ام الخبائث سے اجتناب کا سبب پوچھا تو فرمایا میں ایسا کام کیوں کروں جس پر مجھے ندامت کا سامنا کرنا پڑے

Marfat.com

اور انسان میری بے عقلی اور حرکات وسکنات پر ہنسیں اور میرا مذاق اڑائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں شریک تھے جنھوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی مکرم ﷺ کے معمولات کے بارے آگاہی چاہی تھی اور پھر کسی نے مسلسل روزہ رکھنے کے عمل پر کمربستہ ہونے کا عزم کیا تو کسی نے اپنی منکوحہ سے اپنا بستر ہمیشہ کے لیے جدا کرنے کا عزم کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون نے بھی عہد کیا کہ بیوی سے دور رہیں گے بلکہ خود کو مردانہ صفات سے محروم کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ کی نیت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ! تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں تم ہرگز یہ عمل نہ کرنا۔ چنانچہ انھوں نے اطاعت رسول ﷺ میں اس عمل سے اپنے قدم روک لیے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے دوہری ہجرت کا ثواب حاصل کیا۔ پہلی ہجرت حبشہ میں قریش کو جل دے کر نجاشی کے ملک پہنچ گئے اور پھر جب ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو مدینۃ النبی ﷺ میں قیام پذیر ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان 313 عظیم ہستیوں میں شامل تھے جنھوں نے بدرالکبریٰ میں حق و باطل کا فرق واضح کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کی بہت تمنا و آرزو تھی لیکن موت بستر مرگ پر آئی۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر تھے، جنہیں مدینہ آمد کے صرف ایک سال دس ماہ بعد عرش بریں سے بلاوا آیا اور انھوں نے رخت سفر باندھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے غسل وکفن کا حکم دیا۔ جب غسل وکفن دے چکے تو رسول اللہ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر اپنے لب مبارک رکھ دیئے۔ ایسے عالم میں آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو کر عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک پر پڑھنے لگے۔ آپ ﷺ ان کا بوسہ لے رہے تھے اور آنسو عثمان رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر گر رہے تھے۔ یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ خوش بخت ہیں جنھوں نے بدر میں حصہ لے کر اپنے گناہ بخشوا لیے تھے اور وقت رخصت ان کے چہرے پر محمد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے بہتے آنسو موجود تھے۔ ایسے خوش بخت کو آگ بھلا کیوں کر چھوئے گی۔

Marfat.com

جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بسالت سے بھرپور جنگ اور شہادت

قریش مکہ نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما کو ان کی گہری سمجھ بوجھ اور دانش مندی کی بنا پر حبشہ کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے بادشاہ نجاشی اسقفوں اور درباریوں کے لیے بیش قیمت تحائف بھیجے تاکہ تمام لوگ تحائف کے لالچ میں ان کی حمایت کریں۔ قریشی سفیروں نے بادشاہ کی خدمت میں اپنے تحائف پیش کر کے اپنی گفتگو کا یوں آغاز کیا۔

اے بادشاہ! ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں انھیں ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ انھوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے لیکن آپ کا دین بھی اختیار نہیں کیا۔ سفراء کی گفتگو سن کر مسلمان دربار نجاشی میں بلائے گئے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا تمھاری قوم کے لوگ تمھیں یہ کہہ کر لینے آئے ہیں کہ تم نئے دین کے پیروکار ہو اور اپنے ملک سے بھاگ کر آئے ہو۔ اس بارے تمھارا کیا مدعا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پر زور تقریر کی۔ انھوں نے کہا اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ گوئی کرتے تھے۔ ہمسائیوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا جس کے حسب و نسب، سچائی، امانت اور پاکدامنی سے ہم بخوبی آگاہ تھے۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انھیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے،

Marfat.com

امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے عمدہ سلوک کرنے، حرام کاری سے بچنے، خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور فواحش ومنکرات میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوۃ کا حکم دیا۔ اس دعوت کو قبول کرنے کی پاداش میں ہماری قوم بگڑ گئی۔ اس نے ہم پر ظلم وستم کیا۔ ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے فتنے اور سزاؤں سے دوچار کیا۔ ہم پر اللہ کی زمین کو تنگ کر دیا تو ہم آپ کے عدل وانصاف کا چرچا سن کر آپ کے ملک میں پناہ گزین ہوئے تاکہ اپنے دین پر آزادی سے عمل کر سکیں۔

یہ تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا: مجھے وہ کلام سناؤ جو آپ کے نبی ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات سنائیں۔ بادشاہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رونے لگ گیا اور آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ اس نے کہا: محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول ﷺ کا زمانہ ملا ہے۔ پھر نجاشی نے قریش کے سفیروں کو اپنے دربار سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مسلمان عرصہ دراز تک حبشہ میں رہے۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت مدینہ کی تو مسلمانوں نے حبشہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف آنا شروع کر دیا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مدینہ چلے آئے۔

۷ ہجری میں حضور اکرم ﷺ عمرہ قضاۃ کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ جب عمرہ سے فارغ ہو کر معاہدے کے مطابق مکہ سے چلنے لگے تو یہاں بڑا ہی رقت آمیز منظر پیش آیا جس سے آپ ﷺ آبدیدہ ہوگئے۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ کے محبوب چچا چچی آپ ﷺ آکر لپٹ گئی۔ بچی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ حضور ﷺ نے جب امامہ کو اس طرح روتے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو قریبی عزیزوں کی کفالت میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حمزہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھتیجے تھے، جعفر اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے بھتیجے بھی تھے اور ہم زلف بھی تھے۔ یعنی امامہ کی سگی خالہ جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی انھیں اپنی کفالت میں لینے کے لیے دعویدار بن گئے

Marfat.com

کیونکہ حمزہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ تھا۔ آپ ﷺ نے امامہ کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں دیتے ہوئے فرمایا: امامہ کی خالہ جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہے اور خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ لہٰذا امامہ کی کفالت جعفر رضی اللہ عنہ کے ذمے ہے۔

جعفر رضی اللہ عنہ بھی قدیم الاسلام تھے مہاجرت کے اعزاز سے سرفراز تھے۔ غزوات و سرایا میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔

حضور اکرم ﷺ اور کفار کے درمیان جب حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ ہوا تو اس کے بعد مسلمانوں کو دعوت اسلام پھیلانے اور تبلیغ کرنے کا اہم موقع ہاتھ آ گیا۔ اس لیے اس میدان میں ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے ۶ ہجری کے اخیر میں مختلف بادشاہوں تک دعوت اسلام پہنچانے کے لیے انھیں خطوط روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے ایک خط حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو دے کر حاکم بصرہ کی طرف روانہ کیا لیکن اسلام دشمن میں غرق گورنر قیصر روم شرجیل بن عمرو غسانی نے حارث رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ اس کی اس رذیل حرکت پر نبی اکرم ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ کیونکہ دشمنی میں بھی سفراء کا قتل جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے اس قبیح حرکت پر شرجیل کی سرکوبی ضروری سمجھی تاکہ آئندہ سفراء کا قتل معمول نہ بن جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے روما کی سلطنت کو بکھیرنے کی پہلی کڑی بنا کر روانہ کیا۔ اس کے جرنیل جناب زید رضی اللہ عنہ اور سیکنڈ کمانڈ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔ ایک طرف تین ہزار نفوس کی قلیل تعداد تھی تو دوسرے طرف روما کی شان و شکوں کی مظہر دو لاکھ فوج تھی۔

اگر یہ تین ہزار اہل ایمان نہ ہوتے، نبوی تربیت گاہ کے سانچے میں نہ ڈھلے ہوتے تو ایک دن تو کیا ایک گھنٹہ بھی نہ رومیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکتے۔ بلکہ یہ سن کر ہی کہ ان کا مقابلہ دو لاکھ کے لشکر سے ہے تو وہ سن کر ہی راہ فرار اختیار کر لیتے۔ مسلمانوں نے بزدلی اور کمزوری دکھانے کی بجائے اپنے آپ کو شہادت کے شوق میں قیصر کے غرور و تکبر سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا۔ پہلے دن زید رضی اللہ عنہ علم لے کر میدان میں کود ے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جوش و جذبے سے رومی لشکر پر وار کر کے ان کے لاشے گرانے شروع کیے۔ اس کے باوجود ٹڈی دل لشکر کے تیروں کی بوچھاڑ

Marfat.com

سے زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

اب حکم نبوی ﷺ کے مطابق پرچم اسلام کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا۔ جب لڑائی اپنی شدت شباب پر پہنچی تو جعفر رضی اللہ عنہ اپنے سرخ وسیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے اور اس کی کونچیں کاٹ کر بہادری کے جوہر دکھانے لگے۔ وہ وار پر وار کرتے رہے اور روکتے رہے یہاں تک کہ دشمن کی ضرب سے ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے مسلسل بلند کیے رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر باقی ماندہ کٹے ہوئے بازوؤں میں پرچم کو تھام لیا اور اس وقت تک بلند کیے رکھا جب تک کہ آپ شہادت سے سرفراز نہ ہو گئے۔

ان کے بعد لشکر کی کمان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور وہ بھی شہید کر دیے گئے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا کمانڈر منتخب کیا جنھوں نے کمال جرأت وشجاعت سے لشکر کو لڑایا، ان کے ہاتھ سے اس میدان میں نو تلواریں ٹوٹیں۔ نبی ﷺ نے انھیں سیف من سیوف اللہ کا خطاب دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال دانش مندی سے ماہر جرنیل کی طرح نہ صرف رومیوں کا مقابلہ کیا بلکہ جنگ کو سمیٹ کر مسلمانوں کو اس طرح پیچھے ہٹایا کہ دشمن اسے جنگی چال سمجھ کر مسلمانوں کے تعاقب کی ہمت نہ کر سکے۔

جعفر رضی اللہ عنہ جب شہید ہو کر اپنے رب کی جنتوں میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے در کٹے بازوؤں کے نعم البدل جنت کے دو بازو عطا کیے جن کے ذریعے وہ جہاں چاہتے اڑتے ہیں، اسی لیے ان کا لقب جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین پڑ گیا۔ امام بخاری نے نافع کے واسطہ سے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم لگے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی اس غزوے میں مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ ہم نے جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو انھیں مقتولین میں پایا، ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے 90 سے زیادہ زخم اور یہ تمام زخم ان کے جسم کے اگلے حصے پر لگے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے ارسال کردہ لشکر کے

Marfat.com

سالاروں کی شہادت کی خبردی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ اسی حالت میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں تشریف لے گئے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو زوجہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھیں، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے فرمایا: جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی۔ رسول اللہ ﷺ رو رہے تھے اور بچوں کے سر کے بالوں کو بھی سونگھ رہے تھے۔ میں نے تعجب خیز انداز میں پوچھا فداک ابی وامی یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے جعفر و زید اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اپنے سرتاج کی شہادت نے مجھے بھی غمگین کر دیا اور میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے گھر والوں سے فرمایا تم آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو۔ وہ جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے صدمے سے دوچار ہیں۔

Marfat.com

جاں نثار کو واپس مکہ لوٹا دیا

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان جو شرائط طے پائی تھی بظاہر اگرچہ وہ مسلمانوں کے حق میں نہ تھی لیکن نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی اور امن وسلامتی کے اقدامات کو مسلمانوں نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے ان مشکل شرائط کو قبول کیا۔

۱ دس سال تک باہمی صلح رہے گی۔ جانبین کی آمد ورفت بلا روک ٹوک رہے گی۔

۲ جو قبائل چاہیں قریش کے ساتھ مل جائیں اور جو قبائل چاہیں مسلمانوں سے مل جائیں۔ حلیف قبائل کے حقوق بھی ویسے ہی ہوں گے۔

۳ اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی لیکن ہتھیار ان کے پاس نہ ہوں مگر سفر میں ہتھیار رکھ سکتے ہیں۔

۴ اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو نبی ﷺ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

آخری شرط سے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی ۔ وہ بہت پیچ وتاب کھاتے رہے لیکن محمد ﷺ نے اس شرط کو تسلیم کر لیا تھا۔ ابھی شرائط صرف طے ہوئی تھیں اور باقاعدہ معاہدۂ صلح تحریر نہیں ہوا تھا کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے باپ سہیل بن عمرو ان کو جبر وتشدد کا نشانہ بناتے۔ انھیں مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے بلکہ انھوں نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو بیڑیاں ڈال کر قید کر رکھا تھا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ کو جب اسلامی سپاہ کی حدیبیہ آنے کی خبر ملی تو وہ بھی کسی طرح قید کے سارے ضابطے توڑ کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ جب سہیل بن عمرو کو یہ علم ہوا کہ

Marfat.com

ابوجندل رضی اللہ عنہ اس کی بھیانک جیل سے نکل کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے ہیں تو اس نے کہا: ابوجندل رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عہد نامہ کے مکمل ہوجانے پر اس کے خلاف نہ ہوگا۔ سہیل بگڑ گیا اور دھمکی دی کہ اگر ابوجندل رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے نہ کیا گیا تو پھر ہم صلح بھی نہیں کریں گے۔ مسلمان بھی نہیں چاہتے تھے کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ کو دوبارہ ظلم و بربریت کی اذیت ناک بھٹی میں جھونک دیں لیکن قریش کے تیور دیکھ کر محمد ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو قریش کو واپس کرنے کی حامی بھرلی۔ قریش نے مسلمانوں کے سامنے اس کی مشکیں باندھیں، پاؤں کی زنجیر کو اور کسا اور کشاں کشاں لے گئے۔ مسلمانوں کے ضبط کے بندھن اس منظر کو دیکھ کر ٹوٹ گئے۔ وہ غم زدہ آنسو بہا رہے تھے لیکن نبی مکرم ﷺ انھیں واپس کرنے کا کہہ چکے تھے، اس لیے ابوجندل رضی اللہ عنہ ایک بار پھر اسیر زنداں بنا دیے گئے۔ اس موقع پر نبی مکرم ﷺ بھی ابوجندل رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ کر دل گرفتہ ہوگئے اور چشم نم کے ساتھ فرمانے لگے: اللہ تیری رہائی کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر حق کی تبلیغ شروع کردی جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتے۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کی زبان حق شناس میں وہ شیریں بیانی بھردی کہ جو بھی ان کا داروغہ اور پہریدار بنتا وہی اسلام کی کرنوں کو اپنے سینے میں بسالیتا۔ قریش جسے ابوجندل رضی اللہ عنہ کا چوکیدار بناتے تھے، اب وہ بھی سلاخوں کے پیچھے ہوتا تھا۔ اس طرح ابوجندل رضی اللہ عنہ کے قید ہوکر مکہ آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال میں تین سو افراد نے اسلام قبول کرلیا۔ اب قریش پچھتائے کہ ہم نے یہ عہد کیوں کیا تھا کہ نئے مسلمانوں کو مدینہ سے واپس لیا جائے گا۔

ادھر ابوجندل رضی اللہ عنہ موقع پاکر کفار مکہ کی جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ عہد کی وجہ سے مدینہ تو جا نہیں سکتے تھے کیونکہ مدینہ جانے کا صاف مطلب یہ تھا کہ انھیں دوبارہ قریش کی قید اور ان کی بے رحمانہ سلوک سے گزرنا پڑے گا۔ چنانچہ انھوں نے مکہ سے شام کے راستے پر ایک پہاڑی پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ادھر ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے بھاگ کر ابو

Marfat.com

جندل رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ اب تو جو مسلمان بھی مکہ سے جان بچا کر نکلتا تو وہ مدینہ کی بجائے ابوجندل رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہونے کے لیے شام کی راہ پر چلا جاتا۔ اس طرح ابوجندل رضی اللہ عنہ نے ایک مضبوط گوریلا دستہ تیار کر لیا جس سے مکہ والوں کے قافلوں کا سفر ناممکن بن گیا۔ پھر قریش نے خود آ کر عرض کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں تو آپ نے انھیں بلا لیا۔

Marfat.com

جب حرماں نصیب نے غلیظ اوجھڑی پاک کمر پر رکھی

کفار نبی ﷺ کا مقابلہ دلیل و برہان سے تو کر نہیں سکتے تھے بلکہ ہمیشہ باطل نے ثبوت وشہادت کے میدان سے فرار اختیار کیا اور حق کا جواب حق گوؤں کو ظلم و تعدی، تضحیک و استہزاء، جبر و تشدد، طعن و تشنیع اور جور و جبر سے دیا۔ مکہ میں بھی جب حق کا بول بالا ہوا اور کفر کا منہ کالا ہوا تو ابوجہل و ابولہب اور سرداران قریش نے شیطانی ہتھکنڈوں کو اپنا وطیرہ بنالیا۔ غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سفاکانہ سزائیں ان کا معمول بن گیا۔ بلکہ امام کائنات ﷺ کو بھی مصائب کا سامنا رہتا۔ بسا اوقات نبی اکرم ﷺ کے راستے میں کانٹے ڈالے جاتے، تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کے پاؤں زخمی ہو جائیں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں، تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل آئے۔ نبی اکرم ﷺ اس قدر فرما دیا کرتے کہ فرزندانِ عبدمناف! حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی اکرم ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو آپ ﷺ کی گردن میں ڈال کر پیچ پر پیچ دینے لگا۔ گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی۔ تاہم حضور اکرم ﷺ اسی اطمینان سے سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے انھوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور ساتھ ہی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾

(المؤمن: ۲۸)

"کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو

Marfat.com

اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمھارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔''

چند شریروں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔

اسی طرح ایک روز نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے تو قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے ابوجہل بولا آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے، اوجھڑی بھی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اور اٹھا لائے اور نبی اکرم ﷺ پر ڈال دے۔ ایک دفعہ پھر بد بخت عقبہ ابن ابی معیط کی شیطنت بھڑکی اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب اس نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ سجدہ میں گئے ہیں تو پشت مبارک پر لا کر رکھ دی۔ آنحضرت ﷺ اپنے رب کی جانب متوجہ تھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ ادھر قریش ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئے جا رہے تھے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا حوصلہ تو نہ پڑا مگر جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خبر کر دی کہ تمھارے بابا کے ساتھ قریشیوں نے یہ سلوک کیا ہے۔ یہ سن کر وہ دوڑی چلی آئیں اور آ کر اس غلاظت کو آپ ﷺ کے جسم اطہر سے ہٹا کر صاف کیا اور کفار کی اس رذیل حرکت پر انھیں سخت سست کہا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو وہاں موجود تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے اس موقع پر عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل کے نام لے کر انھیں بددعا دی اور پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ سید الزماں ﷺ کو اذیت دینے والے، آپ ﷺ کو رنجیدہ کرنے والے مصائب آلام سے دوچار کرنے والے، آپ ﷺ کو دکھ دے کر خوشیاں منانے والے بدر کے دن بے نام ہو گئے، ان کے لاشے گھسیٹ کر بدر کے اندھے کنویں میں ڈال دیئے گئے جوان کے لیے جہنم کدہ بن گیا۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰ ﷺ کو کانٹا چبھے مجھے قبول نہیں

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ گورنر حمص پر اکثر بے ہوشی کا دورہ طاری ہوتا' جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے: میری آنکھوں کے سامنے جب خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی مظلوم شہادت کا منظر آتا ہے تو میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔

غزوہ احد جس میں مسلمانوں کو نقصان پہنچا اور ان کے قیمتی افراد شہید کر دیے لیکن کفر پھر بھی فتح یاب نہ ہو سکا۔ اب انھوں نے ایک اور انداز میں جنگ لڑنے کی تدبیر شروع کی۔ اس جنگ کا پہلا شکار دس بزرگ مبلغ صحابہ رضی اللہ عنہم بنے۔ ہوا یوں کہ قریش نے عضل وقارہ کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملایا اور ان کے ذریعے مسلمانوں پر وار کرنے کا شیطانی منصوبہ ترتیب دیا۔ عضل وقارہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اسلام کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کیا اور کہا ہماری قوم میں بھی اسلام کا چرچا ہے۔ آپ ﷺ کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ روانہ کریں تاکہ وہ ہماری قوم میں تبلیغ کریں۔ انھیں دین سکھائیں اور قرآن پڑھائیں۔

بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں ان افراد کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہزیل کے رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو ان افراد نے منصوبے کے تحت قبیلہ ہذیل کی شاخ بنولحیان سے مبلغین پر حملہ کرا دیا۔ ایک سو تیر انداز مسلمانوں کے پیچھے لگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ٹیلے پر چڑھ کر پناہ گزین ہو گئے۔ بنولحیان نے انھیں گھیر لیا اور کہا: ہم عہد کرتے ہیں اگر تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمھارے کسی آدمی کو قتل نہ کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اترنے سے انکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں سمیت ان سے جنگ شروع

Marfat.com

کردی۔ اس جنگ میں سات صحابی تیروں کی بوچھاڑ میں شہید ہو گئے۔ بنولحیان نے ایک بار پھر اپنا عہد دہرایا تو دو صحابی جو بچ گئے تھے وہ ان کے دھوکے میں نیچے اتر آئے لیکن کفار نے بدعہدی کرتے ہوئے انھیں گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور انھیں مکہ جا کر بیچ دیا۔ ان صحابہ کا نام خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ تھا۔

قریش نے دونوں قیدیوں کو حارث بن عامر کے گھر قید کر دیا اور انھیں کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ دیا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے بچے کو زانو پر بٹھا لیا اور چھری لے کر رکھ دی۔ جب بچے کی ماں نے دیکھا کہ اس کا بچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی گود میں ہے اور ان کے پاس چھری بھی ہے تو اس نے یہ خیال کر کے زور دار چیخ ماری کہ اب اس کا بیٹا خبیب رضی اللہ عنہ قتل کر دیں گے لیکن خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ قتل کر دوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔ حارث کی بیوی کہتی ہے قریش نے انھیں بھوکا پیاسا رکھا لیکن میں نے دیکھا کہ ان کے پاس انگوروں کے گچھے پڑے ہیں، حالانکہ اس وقت کھجوروں کا بھی موسم نہ تھا۔

انتقام کی آگ میں جلے بھنے قریشیوں نے چند دن بعد خبیب رضی اللہ عنہ کو پنجرے سے نکالا، تنعیم میں صلیب کے نیچے لا کھڑا کیا۔ ان کی موت کا منظر دیکھنے پورا شہر امڈ آیا تھا۔ مجمع عام میں مشرکوں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ سبحان اللہ۔ ایمان تو اس چیز کا نام ہے جس کا اظہار خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انھوں نے کہا جب اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔

اب قریش نے پوچھا تمھاری کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ مہلت دی گئی۔ انھوں نے نماز پڑھ کر کہا میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا لیکن میں نے نماز اس لیے مختصر کی کہ کہیں دشمن یہ نہ کہے کہ موت سے ڈر گیا ہے۔

بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ بازوں سے کہا نیزوں کی انیوں سے ان کے جسم پر چرکے لگائیں۔

Marfat.com

اللہ اکبر! ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا، ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی، ان کو ہمیشہ کی نجات اور اللہ کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے اُف بھی نہ کہا۔

ایک سنگ دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدتے ہوئے کہا: اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد ﷺ پھنس جائیں اور میری جان چھوٹ جائے۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا میری جان بچ جانے کے لیے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

قریشیوں نے خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو نیزے مار مار کر ان کے جسموں کو چھلنی کر دیا اور اس حال میں ان کی روحیں ان کے اجسام سے نکل کر اعلیٰ علیین میں چلی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی غمناک شہادت کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ کو دی تو آپ ﷺ کی غم سے عجیب حالت ہو گئی۔ آپ ﷺ نے قنوت نازلہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر گڑگڑا کر قاتلوں کے لیے بددعائیں کیں۔

Marfat.com

صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے انمول آنسو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور اسلام کا زریں دور تھا۔ جب مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کے وجود کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو خلافت اسلامیہ بائیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی۔

دوسرا یار نبی وہ ضیغم ملت عمر
جس نے کر دی وقت کی ہر سلطنت زیر و زبر
جس کے قدموں میں گرے تھے قیصر و کسریٰ کے تاج
پیش کرتے تھے جسے خود آ کے روم رے خراج

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر رومیوں سے معرکہ آرائی کے لیے بھیجا۔ رومیوں نے اس لشکر میں سے کچھ لوگوں کو موقع پا کر گرفتار کر لیا۔ ان گرفتار شدگان میں حضور اکرم ﷺ کے محبوب صحابی حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رومی بادشاہ جس کو طاغیہ کہا جاتا تھا، اسے جب اس کے مصاحبین نے بتایا کہ گرفتار مسلمانوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کا صحابی ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو اس کے دربار میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طاغیہ کے دربار میں لایا گیا۔ بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مرعوب کرنے کے لیے اپنے دربار کی شان وشوکت کو دوگنا کر رکھا تھا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ غلامان مصطفیٰ اس خودساختہ اور عارضی چمک دمک سے متاثر نہیں ہوتے۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ جب دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے انھیں اسلام سے ارتداد

Marfat.com

اور عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا اگر تم مسیحیت قبول کرلو تو میں تمھیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کرلوں گا۔ آج کے دور کے کسی مسلمان کو ایسی پیش کش ہوتی تو وہ کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اقتدار کی خاطر اپنا ایمان کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیتا لیکن قربان جائیں محمد عربی ﷺ کے تربیت یافتہ عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ کے جس کا جواب سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت اطمینان وسکون سے جواب دیا: اگر تم مجھے محمد ﷺ کے دین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لیے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی اسلام چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ طاغیہ نے کہا: اگر تم اس کے لیے تیار نہیں تو پھر تم جانتے ہو تمھارا انجام کیا ہوگا؟ تمھیں درس عبرت بنا کر قتل کردیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جو تمہارا دل چاہے وہ کرو لیکن مجھ سے یہ امید نہ رکھنا کہ میں منحرف اسلام ہوجاؤں گا۔ بادشاہ نے سیدنا عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ کو خوفزدہ کرنے کے لیے اہلکاروں کو حکم دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔ سولی پر لٹکانے کے بعد اس نے ماہر تیراندازوں کے دستہ کو طلب کیا اور انھیں حکم دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اردگرد اس طرح تیراندازی کرو کہ تیر ان کے اعضاء کو چھوتے ہوئے گزر جائیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ پر موت کا ایسا خوف طاری ہو کہ وہ فوراً میرے سامنے رحم کی درخواست کرتے ہوئے جھک جائے اور اسلام سے برگشتہ ہونے کے لیے تیار ہوجائے۔ تیراندازوں نے جب اپنے اپنے ترکش خالی کرلیے تو بادشاہ نے پھر اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سولی سے اتار کر میرے پاس لایا جائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب بادشاہ کی مجلس میں حاضر کردیا گیا تو اس نے ایک بار پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ کو عیسائیت اپنانے کی ترغیب دی لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اس کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے خوفزدہ کرنے کے لیے نیا حربہ استعمال کیا۔ اس نے تیل سے بھرا کڑاہ تیز آگ پر رکھوادیا۔ جب تیل کھولنے لگا تو ظالم طاغیہ نے دو مسلمان قیدیوں کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اب بادشاہ نے ایک مسلمان قیدی کو ابلتے ہوئے تیل میں ڈالنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی مسلمان قیدی کو ابلتے تیل میں ڈالا گیا تو چند لمحوں میں وہ جل کر کوئلہ بن گیا۔ اس

Marfat.com

دلخراش وقوعہ کے بعد بادشاہ نے پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مرتد بننے کی ترغیب دی لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بات ماننے سے صاف انکار کردیا۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رام کرنا ممکن نہیں تو اس نے آخر کار اپنے جلاد نما کارندوں کو حکم دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی آگ میں پھینک دیا جائے۔ جلادوں نے فوراً عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور جلتے تیل میں ڈالنے کے لیے لے کر چل پڑے۔ اس اثنا میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زاروزار رونا شروع کردیا۔ ان کی گریہ زاری کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ نے سمجھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ موت دیکھ کر ڈر گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب وہ واپس لائے گئے تو بادشاہ نے پھر انھیں مسیحیت قبول کرنے کے لیے کہا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا۔ بادشاہ نے ان کی استقامت کو دیکھتے ہوئے کہا: اچھا تم یہ بتاؤ کہ تم روئے کیوں تھے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس لیے رویا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! اب تجھے جلتے تیل میں ڈالا جائے گا اور تو چند لمحوں میں اپنے بھائی کی طرح کوئلہ بن جائے گا، تو شہید کردیا جائے گا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں، اتنی میری جانیں ہوتی اور ایک کے بعد ایک ایک کر کے مجھے اس دین کے لیے جلتے تیل میں ڈالا جائے یہی میرے رونے کا سبب ہے کہ میرے پاس تو دین اسلام پر قربان کرنے اور محمد ﷺ پر فدا ہونے کے لیے صرف ایک جان ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لو اور میں تمھیں چھوڑ دوں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہوسکتا ہے لیکن اس صورت میں کہ تم تمام قیدیوں کو رہا کردو۔ بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے، میں تمھارے تمام ساتھیوں کو رہا کردوں گا۔ اب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بادشاہ کے سر کا بوسہ لیا تو اس نے تمام قیدیوں کو رہا کردیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں سے مدینہ پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام داستان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات سن لیے تو انھوں نے فرمایا: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لے۔ خلیفۃ الرسول عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ابن حذافہ رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔

Marfat.com

پیاری بیٹی کی تدفین

زینب رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت تقریباً دس سال تھی۔ آپ مکہ میں قاسم بن محمد ﷺ کے بعد پیدا ہوئیں۔ اس طرح آپ نبی ﷺ کی دوسری اولاد تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کا نکاح خدیجۃ الکبریٰ ﷺ کی بہن ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بیٹے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہی تھیں، جب ہجرت مدینہ پیش آئی۔ کفار مکہ اور خود ابولہب نے اپنے بیٹوں کے عقد میں آپ ﷺ کی بیٹیوں رقیہ و ام کلثوم کو طلاق دلوادی۔ ابتدائے نبوت سے کافران مکہ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر محمد ﷺ کی تکالیف میں اضافہ کرے لیکن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنی محبوب بیوی کو کسی صورت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

غزوہ بدر کے موقع پر ابوالعاص چونکہ کافر تھے اور قریشی لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ بدر میں قریشیوں کی عبرتناک شکست کے بعد قیدیوں میں ابوالعاص بھی شامل تھے۔ نبی ﷺ نے جب فدیہ کے عوض قیدیوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو ابوالعاص کی وفاشعار بیوی نے اپنے خاوند کی رہائی کے لیے وہ یمنی ہار بھیجا جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی لخت جگر کو ابوالعاص کے گھر رخصت کرتے ہوئے پہنایا تھا۔ جب ہار آقائے دو جہاں ﷺ کے ہاتھوں میں آیا تو آپ ﷺ دیکھ کر رو پڑے کہ یہ وہی ہار ہے جو سیدہ خدیجہ نے زینب کو دیا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجازت چاہی کہ ابوالعاص کو چھوڑ دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بسروچشم اسے قبول کرلیا اور رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا راستہ نہیں روکیں گے۔ ابوالعاص نے وعدہ کرلیا اور مکہ جاتے ہی اپنے وعدے کے مطابق ان کا راستہ چھوڑ دیا اور زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد مکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ

Marfat.com

گئیں۔ ٦ ہجری میں ابوالعاص تجارت کا سامان شام سے لے کر مکہ واپس آ رہے تھے تو ان کے قافلے کے خلاف گوریلا کمانڈر ابوبصیر وابوجندل نے کارروائی کی اور تمام سامان قافلہ اپنی تحویل میں لے لیا لیکن ابوالعاص کو کچھ نہ کہا اور انھیں قید بھی نہ کیا۔ یہاں سے ابوالعاص سیدھے مدینہ پہنچے اور جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ملے۔

مسلمان جب نماز فجر اپنے محبوب آقا ﷺ کی اقتدا میں ادا کر رہے تھے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے کہا: میں ابوالعاص کو پناہ دینا چاہتی ہوں۔

جب نماز ختم ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! تم نے کچھ سنا جو میں نے سنا۔ تو سب نے کہا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ میں نے یہ آواز تمھارے ساتھ ہی سنی ہے اور پناہ دینے کا حق ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: بیٹی ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ لیکن خود اس سے الگ رہو تم اس کے لیے حلال نہیں ہو۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ابوالعاص کا قافلہ اور سامان ضبط کیا گیا ہے جسے وہ لینے آیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر خطاب کیا: اور کہا اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ داد الٰہی ہے مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو لیکن اگر تم اسے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔ اس خطاب کا یہ اثر ہوا کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے تمام مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص یہ مال لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کو ایک ایک چیز واپس کر دی۔ اس کے بعد دریافت کیا: کیا کسی کا کچھ رہ گیا تو بتا دے۔

تب ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا: اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہیں ہے تو میں بحیثیت مسلمان مدینہ جا رہا ہوں۔ مدینہ پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد نبی مکرم ﷺ نے پہلے نکاح پر ہی دونوں کو اپنا گھر بسانے کی

Marfat.com

اجازت دے دی۔ اس کے بعد آپ کے ہاں ایک بیٹی امامہ اور بیٹا علی پیدا ہوئے۔ یہی علی جو نبی ﷺ کے زیر تربیت تھے، جب آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر سوار آپ ﷺ کے ردیف تھے۔

سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: اے ام عطیہ! میری بیٹی کو اچھی طرح کفن پہنانا۔ غسل وکفن سے فراغت کے بعد جب نماز جنازہ کے لیے میت لائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے خود نماز پڑھائی۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں آپ رضی اللہ عنہا کو اتارا۔ تدفین کے موقع پر نبی ﷺ کی آنکھیں تار باراں کی طرح برس رہی تھیں اور آپ ﷺ فرمار ہے تھے:

زینب میری زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں بہت ستائی گئی۔

سیدہ زینب کی وفات کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ۱۲ ہجری میں وفات پائی۔ ان کا لقب جرد البطحا تھا۔ [رحمة للعالمین، الرحیق المختوم]

Marfat.com

خوف خدا کا ایک منظر

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت میں ہے۔ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو بہت ہی دردناک وعظ فرمایا۔ حضور ﷺ کا رخ انور سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں نمی نظر آ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! میں تمھیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔اے صفیہ! آپ کی اسلام کے لیے خدمات ہیں لیکن ایک بات یاد رکھیں میں خدا سے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! تو یہ نہ سمجھنا کہ تم محمد کی بیٹی ہو۔اس قربت کے سبب تم محشر کے دن بچ جاؤ گی۔ نہیں نہیں میری بیٹی عمل کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان اللہ کے خوف سے چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آسمان میں چار انگل جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو۔ اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز نہ ہو سکتے اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں کی طرف نکل جاتے۔''

اکثر حضور اکرم ﷺ آخرت کو یاد کر کے روتے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خشیت الٰہی و گریہ کرنے کا درس دیتے۔ آپ ﷺ فرماتے: ''لوگو! روؤ، اگر رونا نہیں آتا تو رونے کی کیفیت خود پر طاری کر لو۔

شمائل ترمذی میں ایک روایت ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ سے خلیفۂ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! آپ کے موئے مبارک سفید کیوں ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! قرآن پاک کی پانچ سورتیں اور ان کے مناظر نے مجھے بوڑھا

Marfat.com

کردیا۔ مجھے سورۂ واقعہ، سورۂ عم یتساء لون اور اذا شمس کورت نے بوڑھا کردیا۔

حضور ﷺ جن کے رب تعالیٰ نے تمام گناہ معاف کر رکھے تھے۔ آپ ﷺ بھی ان کی تلاوت سے اپنے آپ کو بوڑھا محسوس کر رہے ہیں لیکن آج قرآن کی تلاوت سے ہمارے اندر کوئی ہلچل نہیں ہوتی۔ قرآن کتاب انقلاب ہے لیکن ہمارے دلوں میں جما رہے۔ قرآن دلوں کے زنگ اتارنے کے لیے شاہ کلید ہے مگر ہم اس سے قطعاً مستفید نہیں ہوتے۔ میں محکم یقین کے ساتھی یہ بات رقم کر رہا ہوں کہ اگر آپ قرآن کو اس کے مطلب ومفہوم کی تقسیم کے ساتھ پڑھیں تو یقیناً آپ بہت کم ہنسو گے اور خشیت الٰہی کے اثر سے یقیناً آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جائیں گی۔

حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کے لیے رحمت بن کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مثال تو ایسے ہے جیسے کسی شخص نے جنگل میں آگ کا الاؤ روشن کیا۔ جب آگ روشن ہوئی تو پتنگے اس میں آ آ کر گرنے لگے اور وہ اپنی چادر سے ان پروانوں کو ہٹاتا ہے۔ ایسے ہی میں بھی کفر وشرک معصیت نافرمانی اور طاغوت کے پجاریوں کو جہنم کی آگ سے کھینچ کھینچ کر نکال رہا ہوں۔

اے لوگو! ''اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد ﷺ کو رہبر مان کر اس اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ۔''

Marfat.com

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر رونے لگے

ایک دفعہ آپ ﷺ کی مجلس جمی ہوئی تھی ایک انصاری آیا اور سلام عرض کیا۔ پھر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اس انصاری صحابی نے دوبارہ سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! مومنوں میں سے سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور موت کے بعد آنے والے وقت کی تیاری اچھی طرح کرتا ہو وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ [ابن ماجہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی عبادت و ریاضت کا ذکر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارا ساتھی موت کو کتنا یاد کرتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم نے اسے کبھی موت کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا ساتھی عبادت کے اس درجے کو نہیں پہنچا جس کا ذکر تم کر رہے ہو۔ [رواہ بزار]

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔''

Marfat.com

حضرت ابن مسعود سے تلاوت سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے اشک بہنا

17 رمضان کی سہ پہر تک ہر طرف نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ شیطان کا علم تھامنے والے اعل ھبل کا نعرہ لگاتے تو رحمٰن کے پیروکار اللہ اعلیٰ کی صدائیں بلند کرتے۔ جوں جوں شام کا سورج ڈھل رہا تھا نعرے چیخ و پکار، آہوں، سسکیوں میں بدل رہے تھے۔ زخمی کراہ رہے تھے۔ نخوت و کبر کا پتلا ابوجہل دو ننھے بچوں معوذ و معاذ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں بدترین طریقے سے قتل ہوا تھا۔ جنگ تھمنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان میں زخمیوں کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نگاہ ابوجہل پر پڑ گئی جو آخری سانس لے رہا تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اس کا سر کاٹنا چاہا تو ابوجہل کہنے لگا: او چرواہے کے بیٹے میرے سر کو ذرا کندھوں کے قریب سے کاٹ، تاکہ لوگوں کو پتہ چل سکے کہ یہ سردار کا سر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے محبوب صحابی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے باہر دعوت دین کی غرض سے تشریف لے گئے۔ مکہ کی سخت گرمی کی وجہ سے آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شدید پیاس لگ گئی۔ دور دور تک پانی کا کوئی نام ونشان نظر نہ آ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو دور ایک بکریوں کا ریوڑ نظر آیا تو آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادھر کو چل دیئے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا ایک نوجوان چرواہا موجود ہے۔ آپ ﷺ نے اس نوجوان سے فرمایا: اے نوجوان! کیا ہمیں اپنی پیاس بجھانے کے لیے دودھ مل جائے گا۔ نوجوان نے کہا: مل جائے گا لیکن یہ ریوڑ میرا نہیں، میں تو اجرت پر اس کو چرا رہا ہوں اور میں امانت دار ہوں۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایسی بکری بھی موجود ہے جس نے کوئی بچہ نہ جنا ہو اور کبھی اس نے دودھ نہ دیا ہو؟ نوجوان نے کہا: ہاں ایسی بھی بکریاں موجود ہیں اور پھر ایک بکری لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے اور ایسا لگنے لگا کہ تھنوں سے دودھ خود بخود بہنے لگے گا۔ آپ ﷺ نے اس بکری کے تھنوں سے سیر ہو کر دودھ پیا۔ اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیاس بجھائی۔ جب دونوں بزرگ ہستیاں دودھ پی چکیں تو بکری کو چھوڑ دیا گیا۔ اب وہ دوبارہ بالکل ایسی نظر آ رہی تھی جیسے کبھی اس نے نہ بچہ جنا ہو اور نہ کبھی دودھ دیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس معجزۂ رسول ﷺ کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انھوں نے سمجھا شاید یہ کوئی سحر انگیزی ہے۔ وہ بولے مجھے یہ فن سکھلا دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تو تربیت یافتہ ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی منزل کی جانب چل دیے۔ اس روز سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام گھر کر گیا اور آپ ﷺ کے ساتھ بسر کی ہوئی چند گھڑیاں ان کے دل میں ایسی رچی بسیں کہ آپ کے لیے اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ یہ چرواہا اپنے دور کا عظیم فقیہ اور مفسر قرآن بنا۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ یہ چار آدمی عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ! مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ پر تو قرآن نازل ہوا اور آپ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر قرآن پڑھتے ہیں۔ بھلا میں آپ کو قرآن سناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں تم سے قرآن سنوں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی۔ جب وہ اس آیت مبارکہ پر پہنچے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

Marfat.com

شَهِيدًا﴾ (النساء: ۴۱)

''اور اے پیغمبر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت سے گواہ طلب کریں گے اور ہم تجھے بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے بلائیں گے۔''

جب یہ آیت کریمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تلاوت کر چکے تو رسول اللہ ﷺ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: اے ابن مسعود! ٹھہر جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حکم دیا تو میں رک گیا اور میں نے جب آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برکھا جاری تھی۔

Marfat.com

جنت تمھاری منتظر ہے

حضرت وہب بن قابوس المزنی رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے حضرت حارث بن عقبہ المزنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جب مدینۃ النبی ﷺ میں داخل ہوئے تو مدینہ کو سنسان دیکھ کر کچھ پریشان سے ہو گئے۔ مدینہ میں انھیں کوئی نوجوان یا مرد نہ ملا۔ مسجد نبوی اور اصحاب صفہ کا مرکز بھی خالی تھا۔ انھوں نے عورتوں اور بچوں سے پوچھا کہ مدینۃ النبی ﷺ آج سُونا سُونا کیوں ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ مکہ والوں نے لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے تین ہزار جنگجوؤں کو لے کر آئے ہیں اور احد میں ان کا مسلمانوں سے ٹکراؤ ہے۔ جب حضرت وہب مزنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا بکریوں کا ریوڑ ادھر ہی چھوڑ دیا اور اپنے بھتیجے کے ساتھ احد کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہب اور حارث رضی اللہ عنہما دونوں نے اسلام قبول کرلیا۔ دوسرے دن جب معرکہ آرائی شروع ہوئی تو ان دونوں نو وارد صحابہ نے خوب جم کر دشمن کا مقابلہ کیا حتی کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور انھوں نے مکہ کی حسیناؤں کی پروا کیے بنا جان کی پروا میں سرپٹ دوڑنے لگے لیکن تیراندازوں نے جب درہ خالی کیا تو جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے فتح چھن گئی اور ایسا کڑا وقت آیا کہ نفسانفسی کا عالم ہو گیا۔ جس کا جدھر منہ سمایا ادھر ہی کو بھاگ اٹھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چند صحابہ رہ گئے۔ جنھوں نے آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال کر مضبوط کڑا بنالیا۔ دشمنان اسلام کی جنگ کا مرکز نبی رحمت ﷺ کی ذات تک سمٹ کر رہ گیا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑنے سے کئی ایک جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے۔ نبی مکرم ﷺ بھی شدید زخمی ہو گئے۔ کفار اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کی طرف بڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

کون ہے جوان کو روکے؟ حضرت وہب مزنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے کفار پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ کفار اس جری مجاہد کے دلیرانہ حملے کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دوسری طرف سے کفار کی ایک اور جمعیت آگے بڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: کون ہے جوان ظالموں کو روک دے؟ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر ان کے اپنے تیروں سے دانت کھٹے کر دیے اور انھیں بھی خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ذلیل و خوار ہو کر پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

اسی اثنا میں دشمنان اسلام کی پہلی کھیپ جو ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹی تھی نئی قوت اور جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو انھیں روک دے۔ ایک بار پھر جناب وہب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ جاں نثار حاضر ہے۔

تیسری بار جب وہب رضی اللہ عنہ نے فدا کاری کے لیے خود کو پیش کیا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: وہب آگے بڑھو جنت تمھارے انتظار میں ہے۔ میں تم سے راضی ہو گیا اور میرا رب بھی تم سے راضی ہو گیا کیونکہ تم نے جاں نثاری کا حق ادا کر دیا۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے جب صادق المصدوق آقا و رہبر اور پیر و مرشد کے مبارک لبوں سے یہ کلمات سنے تو خوشی خوشی آگے بڑھے اور دشمن پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑے۔ صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اس مجاہد کی شمشیر زنی نے دشمن کو ایسا پسپا کیا کہ وہ ذلت کے زخم چاٹتے ہوئے اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دشمن نے پسپائی اختیار کی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبوب مجاہد کے لیے فرمایا:

((اللھم ارحمہ .))

''اے اللہ! اس پر رحم فرما۔''

حضرت وہب رضی اللہ عنہ کافی دیر تک جم کر لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کا پورا جسم زخموں سے چور ہو گیا۔ ان میں بیس زخم ایسے کاری تھے کہ ہر ایک زخم انسان کی موت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ گھاؤ پر گھاؤ لگنے کے باوجود حضرت وہب رضی اللہ عنہ کافی دیر تک جم کر مقابلہ کرتے.

Marfat.com

رہے اور جب جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی بہہ گیا اور نیم بے ہوشی کے عالم میں زمین پر گر گئے۔ وہب رضی اللہ عنہ کے گرتے ہی خونخوار بھیڑیے آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ کے جسم کا مثلہ کر دیا۔ وہب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے جو آپ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے جب انھوں نے چچا کی مسخ شدہ لاش دیکھی تو تڑپ اٹھے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اور جوش انتقام سے زک پہنچاتے ہوئے یہ بھی شہادت کے مرتبے پر فیض یاب ہو گئے۔

Marfat.com

شیطان کی سربراہی میں بنایا گیا منصوبہ ناکام ہو گیا

دارالندوہ میں شر کے بیج بونے کے لیے قریشی سرداروں کا خفیہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں شیطان نجد کے ایک بوڑھے بزرگ کی شکل میں شامل ہوا۔

ایک بولا محمد کو پکڑ کر گلے میں طوق زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کردو۔ بوڑھا نجدی بولا نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ محمد ﷺ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے گی تو محمد (ﷺ) کے ساتھی اسے چھڑا لے جائیں گے اور طاقت پا کر تمھیں فنا کر دیں گے۔

دوسرا بولا انھیں ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں بھی جائے۔

گھاگ بوڑھا نجدی پھر مخل ہوا۔ نہیں یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کیا تم محمد ﷺ کی دلآویز باتوں کو بھول گئے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں وہ جس سے بات کرتا ہے، اسے اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائے گا، وہیں کے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور ایک جمعیت کے ساتھ تم سے بدلہ لیں گے۔

آخرکار ابوجہل بول اٹھا، عرب کے تمام مشہور قبائل سے ایک ایک فرد کا انتخاب کیا جائے، یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمد (ﷺ) کے گھر کو گھیر لیں۔ صبح جب آپ ﷺ نمازِ فجر کے لیے نکلیں تو سب یکبارگی حملہ کر کے محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں۔ اس قتل پر یہ فائدہ ہوگا کہ محمد ﷺ کے قتل پر ان کا قبیلہ سب سے بدلہ لے سکے گا، نہ محمد ﷺ کے ساتھی اس کا انتقام لے سکیں گے۔ سب نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

ادھر دارالندوہ میں ایک سازش تیار ہو رہی تھی تو اس محمد (ﷺ) کے رب جو واللہ خیر الماکرین ہیں نے بھی ایک تدبیر اپنے بندے کو بچانے کے لیے کی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی محمد ﷺ کو کفار کے ارادوں سے آگاہ فرمادیا۔ ادھر رات کی تاریکی میں کفار نے گھر کا گھیرا کرلیا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ اور صبح کو تمام امانتیں لوگوں کو سپرد کر کے مدینہ چلے آنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام معاملات سمجھا کر نبی اکرم ﷺ ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے اور سورۂ یٰس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آگئے۔ آپ ﷺ اپنے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور وہاں سے کوہ نور پہنچ گئے۔ جو مکہ سے پانچ میل دور تھا۔ جب آپ ﷺ مکہ سے باہر آئے تو آپ ﷺ نے پلٹ کر اک نگاہ اس مکہ پر ڈالی جہاں آپ کی زندگی کے ۵۳ برس گزرے تھے۔ جن گلیوں میں آپ ﷺ نے احد و صمد رب کی دعوت کا آغاز کیا تھا۔ جہاں چاہ زمزم کا شفاف و شیریں پانی تھا۔ جہاں رب کا گھر بیت اللہ تھا۔ ہاں جہاں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رفاقت کی یادیں تھیں۔ جہاں آقا علیہ السلام کا بچپن، لڑکپن اور جوانی کی گزری گھڑیاں تھیں۔ آج اس مکہ کو چھوڑتے ہوئے محمد ﷺ اشک بار تھے اور آپ ﷺ فرمارہے تھے: اے اللہ! اگر یہ مکہ والے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں کبھی بھی مکہ کو نہ چھوڑتا۔ تیرے گھر کو اپنے سجدوں سے آباد رکھتا لیکن آج میں یہاں سے نکلنے پر مجبور ہوں۔

اس کے بعد آپ ﷺ غارِ ثور میں یارِ غار کے ہمراہ تین دن تک رہے۔ جب کافر ڈھونڈ کر تھک ہار گئے تو آپ ﷺ نے اپنے رہبر کے ذریعے متبادل راستہ کو اختیار کرتے ہوئے مدینہ کی طرف ہجرت کا آغاز کیا۔

Marfat.com

سورج گرہن دیکھ کر آپ ﷺ کی نماز میں گریہ زاری

سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے۔ جس سے مالک الملک کی عظیم بادشاہی اور خالق ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہی سورج جو اپنی آب وتاب سے آگ برساتا ہے، وہ سمٹ کر ایک تیر کی طرح رہ جاتا ہے۔ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً مسجد کا رخ کیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی معیت میں دو رکعت نماز شروع کر دی۔ آپ ﷺ قرآن پڑھتے جا رہے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ قیام اتنا طویل تھا کہ صحابہ غش کھا کھا کر گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو رکوع بھی بہت طویل تھا۔ آپ ﷺ رو رو کر اپنے رب کی حمد وثنا کر رہے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سجدہ میں جانے کی بجائے دوبارہ قیام کیا اور یہ قیام بھی طویل تھا۔ اسی طرح یہ دو رکعت مکمل ہوئیں۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ آپ ﷺ اپنے مہربان رب کے حضور ان الفاظ سے دعا کر رہے تھے: ''اے اللہ! کیا تو نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا کہ آپ اس وقت ان کو عذاب نہیں دیں گے جب تک میں ان میں موجود ہوں۔'' آپ ﷺ نے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک ہو تو فوراً رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ۔ حضور ﷺ تو یہ نصیحت فرما رہے تھے لیکن آج اس اللہ کی نشانی پر رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کے عذاب سے بچنے کے لیے آہ وزاری کرنے کی بجائے اگر ایسا موقع آئے تو لوگ اس منظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں سورج گرہن دیکھتے اور کیمروں کے ذریعے اس منظر کو محفوظ کرتے ہیں۔ وہ بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ تو مسجد کا رخ کرتے تھے اور نماز میں رب تعالیٰ کے حضور گریہ زاری فرماتے تھے۔

Marfat.com

ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تیمارداری

نبی مکرم ﷺ کو جب اپنے پیارے صحابی ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بارے میں علم ہوا کہ وہ صاحب فراش ہیں تو آقا علیہ السلام اپنے حبیب کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کا حصہ تھا کہ آپ ﷺ بیماروں کی بیمار پرسی کرتے تھے۔ چنانچہ جب ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت ان پر تقریباً نزع کا عالم تھا اور ان کی روح اس دنیا کو چھوڑنے اور عالم بالا کی طرف محوِ پرواز ہونے والی تھی۔

حضور اکرم ﷺ ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کے سرہانے آکر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں آواز دی۔ لیکن ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ آپ ﷺ کو یقین ہوگیا کہ ثابت بن ربیع رضی اللہ عنہ اب اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ حرکات وسکنات میں سکوت ہو چکا تھا۔ جسم بے روح پڑا تھا۔ حقیقت شناس نبی ﷺ نے اس حالت کو دیکھ کر فرمایا: ثابت اگر سنتا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی سیما پر بہتا پسینہ موت کی سختی کی وجہ سے ہے۔

جب ان کے اہل خانہ نے یہ بات سنی تو سبھی نے رونا شروع کردیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے لاڈلے صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ انھوں نے عورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسامہ! رونے دو، ایسے رونے میں حرج نہیں جس میں نوحہ اور چیخ وپکار نہ ہو۔

Marfat.com

محبت کی نشانی

جنگ بدر کے بعد جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کافروں کے ۷۰ آدمی مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ جب یہ مدینہ آئے تو قیدیوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب آپ ﷺ کی لخت جگر زینب رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ ابوالعاص بھی گرفتار ہوگئے ہیں اور ان کی رہائی کے لیے فدیہ دینا ہے تو انھوں نے وہ ہار امام کائنات کی خدمت میں بھیجا۔ یہ ہار درحقیقت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ جب انھوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص کے عقد میں دے کر اس کے گھر بھیجا تو ہار ماں نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا۔ جب آقا دوجہاں ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رفاقت کے ماہ وسال کے مناظر گھومنے لگے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ثابت قدمی اور محبت یاد آ گئی تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی۔ بے اختیار رو پڑے۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجازت چاہی کہ ابوالعاص کو چھوڑ دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بسروچشم قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے ابوالعاص کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ آنے سے نہ روکیں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو اپنے شوہر سکران کی وفات کے بعد بیوگی کے دن گزار رہی تھیں اور اس کے بعد آپ ﷺ نے متعدد نکاح کیے لیکن ساری زندگی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت کو اپنے دل سے نہ نکال سکے۔ اگر کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہم جولیوں کو ضرور گوشت بھیجتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں آیا سوائے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے۔ ایک اور روایت کی راوی بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن اور ابوالعاص کی

Marfat.com

ماں ہالہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملنے آئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ہالہ رضی اللہ عنہا کی آواز اپنی بہن سے بہت ملتی تھی۔ ہالہ رضی اللہ عنہا کی آواز سن کر آپ ﷺ کو ایسے لگا جیسے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا لوٹ آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہالہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی ہوں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہ سن رہی تھیں، انھیں بے حد رشک آیا۔ کہنے لگیں آپ ﷺ ابھی تک اس بڑھیا کو نہیں بھولے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے اچھی بیویاں عطا کی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ لفظ سنے تو آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ آپ ﷺ رقت آمیز لہجے میں فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا تم کیا جانو خدیجہ کس ہستی کی مالک خاتون تھیں۔ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے بالیقین میری تقدیس کی۔ جب دنیا نے میری تردید کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ مسلمان ہوئیں۔ جب ظلم وجور کی آندھیاں چل رہی تھیں تو خدیجہ ہی تو میرے ساتھ ان کا مقابلہ کر کے مجھے حوصلہ دے رہی تھیں۔ نبی مکرم ﷺ جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا موقع آتا تو فرماتے کاش! آج خدیجہ زندہ ہوتیں۔ غرض خدیجہ کے ساتھ بیتی گھڑیاں نبی مکرم ﷺ کو اپنی زندگی تک یاد رہیں اور بسا اوقات ان بیتے ہوئے محبت بھرے لمحات کو یاد کر کے آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں۔

Marfat.com

داعیانِ دین کی المناک شہادت

غزوہ احد کے زخم ابھی ہرے تھے۔ ستر شیر دل صحابہ رضی اللہ عنہم کی جدائی کا غم کوہ احد سے بھی بھاری تھا کہ یکے بعد دیگرے دل کو دہلا دینے والے دو واقعات رجیع اور بئر معونہ کی صورت میں پیش آ گئے۔ بئر معونہ کا حادثہ اس لحاظ سے المناک تھا کہ شہدائے احد کو تو ایک کھلی اور دو بدو جنگ میں لڑنے کا موقع ملا مگر یہ ستر قدسی روحیں شرمناک غداری کی نذر ہو گئیں۔

عامر بن مالک جو نجد کا رہنے والا تھا، مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن دوری بھی اختیار نہ کی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ ﷺ اپنے جانثاروں کو دعوت دین کے لیے نجد بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے ساتھیوں کے بارے میں اہل نجد سے خیر کی توقع نہیں ہے۔

ابو براء عامر بن مالک نے کہا: وہ میری پناہ میں ہوں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ستر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ فضلاء و قراء اور سادات و اخیار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات کو اللہ کے حضور مناجات اور راز و نیاز میں مصروف ہو جاتے۔ اپنے سجدوں سے اپنے مالک کی رضا حاصل کرتے۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ کارواں چلتے چلتے بئر معونہ جا پہنچا۔ یہ کنواں بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان واقع تھا۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دیئے گئے خط کو دے کر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا لیکن اس نے خط کی طرف دیکھا تک نہیں اور نبی ﷺ کے سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن

Marfat.com

سلمٰی ایک شخص تھا جس نے عامر بن طفیل کے حکم سے ان کی پشت میں نیزہ مارا جو چھاتی کو چیرتا ہوا نکل گیا۔خون کے فوارے کو دیکھ کر حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا''

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد عامر بن طفیل نے باقی صحابہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے قبیلے بنی عامر کو آواز دی مگر انھوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہ دھرے۔اِدھر سے مایوس ہو کر اس نے بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو آواز دی۔ان شرانگیزوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا۔انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر کے جنگ چھیڑ دی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جم کر لڑتے رہے لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے ایک ایک کر کے شہادت کا جام پیتے گئے۔ان ستر صحابہ میں سے صرف کعب بن زید بن نجار رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔انھیں شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا تھا۔ان کے علاوہ مزید دو صحابہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور منذر بن عقبہ رضی اللہ عنہما اونٹ چرا رہے تھے۔انھوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو سیدھے وہاں پہنچ گئے۔حضرت منذر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جبکہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لیا گیا۔ان کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔عامر بن طفیل نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی، عمرو رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اس دردناک حادثے کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔جب آقا نامدار ﷺ نے یہ رنج والم سے پُر خبر سنی تو آپ ﷺ اس قدر غمگین و دلفگار ہوئے کہ ان قبائل اور ان کے وحشیوں کے لیے رو رو کر نماز میں قنوت نازلہ کرتے رہے۔آپ ﷺ نے ایک ماہ تک نماز فجر میں رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے لیے بددعا کی۔

Marfat.com

تیرے قدموں میں بکھر جانے کو جی چاہتا ہے

میدان احد میں مکہ والوں کا لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ انھیں اپنی تعداد کثرت اور شمشیر و سناں پر پورا پورا اعتماد تھا کہ میدان جب سجے گا تو فتح کا نامہ انھی کے نام ہوگا۔ وہ نشے میں چور تھے، رقص وسرود کی محفلیں بپا کیے ہوئے تھے۔ بے حیائی وعریانی کا دور چل رہا تھا جبکہ دوسری طرف مسلمان جو ایک ہزار بھی نہ تھے، اس رب کے حضور سجدہ ریز تھے جس کے نام کی خاطر وہ کٹ مرنے پر تیار تھے۔ یہاں عجز و انکسار، فروشتی، نیازکشی ونیاز گیتی اور نیاز مندی اور لجاجت کے ساتھ مناجات، التجائیں اور دعائیں مانگی جارہی تھیں۔

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنھوں نے جنگ احد میں اپنی تیراندازی کی خوب دھاک بٹھائی تھی اور حضور ﷺ فرمارہے تھے: فداک ابی وامی "اے سعد! میرے ماں باپ آپ پر قربان! عدورسول پر خوب تیراندازی کرو۔ یہی سعد ایک جگہ بیٹھے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد: تم جانتے ہو کل دشمن کے ساتھ گھمسان کارن پڑے گا۔ رزم حق وباطل کا میدان سجے گا۔ شمشیروسنان سے چنگاریاں اڑیں گی اور قتل وغارت گری سے لاشے گریں گے۔ بہت سے مال غنیمت سے مالا مال ہوں گے اور بہت سے شہادت گہہ الفت میں قدم رکھیں گے۔ آؤ سعد! جنگ کی ابتدا ہونے سے پہلے اپنی اپنی دلی مراد پانے کے لیے رب تعالٰی سے دعا کریں۔ دونوں باری باری دعا کرتے ہیں۔ تم دعا کرنا تو میں آمین کہوں گا اور پھر میں دعا کروں گا تو تم آمین کہنا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دعا مانگنا شروع کی: الٰہی! کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ میں سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس

Marfat.com

دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔

اب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگنا شروع کی: الٰہی! کل ایسے مرد سے میرا جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو۔ ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو۔ پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پھر میں تیرے دربار میں حاضر ہوں تو تو دریافت فرمائے: عبداللہ! تیری ناک اور کان کس کے لیے کاٹ دیئے گئے، تب میں عرض کروں: تیری راہ میں، تیرے رسول اللہ ﷺ کی راہ میں۔ تب اللہ فرمائے کہ ہاں عبداللہ تو صادق ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسی آرزو عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے بھی کی۔ کیا خوب آشا و امنگ تھی۔ عمارہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں خوب خوب بہادری سے لڑے اور لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ جنگ کے اختتام تک زخموں سے بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا، کسی صورت زندگی کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ بس عالم نزع کی گھڑیاں تھیں۔ جنت میں حوریں شہید فی سبیل اللہ کے استقبال کے لیے آراستہ و پیراستہ ہو چکی تھیں۔ جنت کے جام لیے عمارہ کی منتظر تھیں۔

ادھر عمارہ رضی اللہ عنہ کے آخری سانس تھے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خبر گیری کرتے ہوئے جب عمارہ رضی اللہ عنہ کے سر پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کا حال چال پوچھا۔ عمارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اب وقت رخصت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمارہ! تمہارے دل کی کوئی آرزو ہو تو ہمیں بتاؤ۔ عمارہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لہولہان زخموں سے چور بدن کو گھسیٹا اور اپنا سر رحمۃ للعالمین کے قدموں میں رکھ دیا اور فرمایا کہ سب سے بڑی آرزو اور تمنا یہی ہے کہ اپنے محبوب کے قدموں میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دوں۔ اس کے ساتھ ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے عرش بریں کے سائے میں لٹکتی قندیلوں میں سبز پرندے کی صورت مکین ہو گئی۔ آقا ﷺ اور وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کی سخن نوائی سنی تو سبھی آبدیدہ ہو گئے۔ رقت انگیز ماحول سے حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

Marfat.com

بدوی خاتون کی اعلیٰ گفتگو

نبی مکرم ﷺ جب معراج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی ساتوں آسمانوں پر متعدد انبیا کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی جنھوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ کو جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی۔ آپ ﷺ نے یہاں جہنمیوں کو آگ کے بڑے بڑے الاؤ میں جلتے دیکھا۔ دہکتے انگاروں پر انھیں واصل نار ہوتے دیکھا۔

قرآن حکیم نے بھی ان مناظر کی منظر کشی کی ہے اور ان سے بچنے کا حل بتایا ہے۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا' اللہ تعالیٰ نے اسے اس آگ سے محفوظ فرما دیا۔ کفار موت کے بعد زندگی کے منکر تھے' اس جہنم اور جنت ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ نبی ﷺ سے اکثر اس حوالے سے لوگ سوال کرتے تھے۔ نبی ﷺ ایک غزوے سے واپس مدینہ پلٹ رہے تھے، اس غزوہ کی سعادت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دوران سفر ایک قوم پر وارد ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت حق بیان کرنے سے پہلے پوچھا کہ تم کس مذہب کے ماننے والے ہو تو سب نے کہا: الحمدللہ! ہم نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا ہے اور آپ ہی صادق المصدوق نبی ہیں۔ جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے' اس سے چند گز دور ایک عورت نے آگ جلا رکھی تھی۔ اس کے نزدیک ہی اس کا شیر خوار بچہ بھی تھا۔ جب دور سے ہی آگ کی تپش محسوس ہونے لگی تو اس نے بچے کو اٹھایا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس بدوی خاتون نے کہا:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں اس کی طرف سے مبعوث رسول ہوں۔ پھر وہ گویا ہوئی:

فداک امی وابی یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ کیا جس

Marfat.com

قدر ماں اپنے لختِ جگر سے محبت و شفقت کرتی ہے۔ اللہ جو ارحم الراحمین ہے، وہ اس سے بہت ہی زیادہ اپنے بندے پر رحم نہیں کرتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اس کی محبت و مودت اور عفو و رحم کا تو کوئی شمار نہیں۔ اس کے بعد اس بدوی خاتون نے کیا کمال جملہ کہا۔ غور و فکر کریں تو بڑے بڑے دانا اور سکالر اس کی تہہ میں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ! کوئی ماں یہ جرأت نہیں کرسکتی کہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے تو پھر وہ رؤف و رحیم اور کریم و حلیم رب کیسے اپنے بندے کو آگ میں ڈالے گا؟ اس بادیہ نشین خاتون کی بات سن کر آپ ﷺ ایک دم خاموش ہوگئے اور چہرے پر غم کے بادل ایسے چھائے کہ آنکھوں سے برسات کی جھڑیاں لگ گئیں۔ آپ ﷺ کے رخساروں پر موتی چمک رہے تھے۔

Marfat.com

وہ بدترین بادشاہ ہے جو حدود کو معاف کر دے

ابویعلیٰ کے حوالے سے ابومطرف بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جسے لوگوں نے اونٹ چرانے کے جرم میں پکڑ رکھا تھا۔ جب وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے ہی اونٹ چرایا ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں میں نے ہی اونٹ چرایا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تجھے اس اونٹ کے بارے وہم وگمان ہو گیا ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے ہی اونٹ چرایا ہے۔ اس شخص کے اقرار پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: اسے لے جاؤ اور اس کی انگلیاں باندھ دو اور آگ جلالو اور ہاتھ کاٹنے والے کو بلالو تاکہ وہ اس پر حد کو قائم کرے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور اس شخص سے دوبارہ پوچھا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں میں نے تو کوئی چوری نہیں کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ لوگوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس شخص نے اعتراف گناہ کر لیا اس کے باوجود آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس کو اس کے کہنے پر ہی پکڑا تھا اور اس کے کہنے پر ہی چھوڑ دیا۔

آپ نے لوگوں سے کہا: حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھی ایسے ہی ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ اس کی چوری حد نصاب کو پہنچ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے قطع ید یعنی ہاتھ قلم کرنے کا حکم دیا۔ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے کٹے ہاتھ اور اس کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ نبی مکرم ﷺ کو آبدیدہ دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امام کائنات ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے اس پر حد

Marfat.com

قائم کی اور اب آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں کیوں نہ روؤں کہ تم لوگوں کے درمیان میرے امتی کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ ﷺ اس کو معاف کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: ''وہ بدترین بادشاہ ہے جو حدود کو معاف کر دے۔ تم آپس میں ہی حدود کی معافی کا معاملہ کر لیا کرو۔''

Marfat.com

اپنے جاں نثار کی فرطِ محبت برداشت نہ ہوئی

یہود کی بجائے مدینہ کے قبائل نے اسلام کو قبول کرنے میں فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ جیسے ہی انھیں علم ہوا کہ مکہ کی وادیوں سے نور ہدایت کی کرنیں اٹھ رہی ہیں تو وہ اپنے دلوں کو ان سے منور کرنے کے لیے بے تاب رہنے لگے۔ بہت سے صاحب صدق وصفا ایسے لوگوں کی راہ دیکھتے جو مکہ کی طرف سے آتے تھے، ان میں سے نبی مکرم ﷺ کا حال احوال پتہ کرتے۔ انھی لوگوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ بہت دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ یثرب میں ہی تھے کہ انھوں نے نبوت کی ضو افشانی کی چمک محسوس کی۔ مسلسل خبروں کی ٹوہ میں رہنے والے ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب یقین ہوگیا کہ محمد ﷺ پر وحی کا نزول ہورہا ہے تو انھوں نے مزید تصدیق وتحقیق کے لیے اپنے بھائی کو مکہ کی جانب روانہ کیا۔ انیس برادر ابوذر رضی اللہ عنہ مشہور فصیح اللسان شاعر تھا۔ وہ مکہ آیا۔ نبی ﷺ سے ملا۔ پھر بھائی کو جا کر بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو ایسا شخص پایا جو نیکی پھیلانے اور شر کو بجھانے کی دعوت دیتے ہیں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بولے اتنی بات سے کچھ تسلی نہیں ہوئی۔ آخر کار خود مکہ کی طرف چل پڑے۔ پیدل سفر طے کر کے مکہ پہنچے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے چونکہ نبی ﷺ کی اس سے قبل زیارت نہ کی تھی، انھیں شناخت کا مسئلہ درپیش تھا اور وہ کسی سے دریافت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ گئے۔ علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انھوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا: یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا میرے ساتھ میرے گھر چلو اور مہمان نوازی کا شرف مجھے بخشو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں چلے گئے۔ رات کھانا کھایا اور سو گئے اور صبح اسی طرح کعبہ میں چلے آئے۔ دن بھر زمزم کا پانی پی کر گزارا کیا۔

Marfat.com

آج بھی انھوں نے نبی ﷺ کے بارے میں کسی سے پوچھنا مناسب خیال نہ کیا۔ حسب سابق پھر علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کو خانہ خدا میں محو استراحت پایا۔ انھوں نے فرمایا: شاید تمھیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ پھر ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر پوچھا: آپ کون ہیں اور کیا مقصد لے کر یہاں آئے ہیں؟

انھوں نے کہا: راز میں رکھو تو بتا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کرلیا۔ اب ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو ان کے متعلق خبر گیری کے لیے بھیجا لیکن وہ کوئی تسلی بخش جستجو نہ کر سکے۔ اس لیے خود آیا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم خوب آئے اور اچھا ہوا کہ تم مجھ سے ملے ہو۔ دیکھو میں انھی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں اندر جا کر دیکھوں گا اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوا تو میں دیوار سے لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا، گویا کہ اپنا جوتا درست کر رہا ہوں۔

اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: مجھے اسلام کی تعلیم دیجیے۔ نبی ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی اور انھوں نے فی الفور اسے قبول کرلیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرو اور مدینہ واپس چلے جاؤ۔ جب ظہور کی خبر ملے تو تب آنا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور کہا: میں ان دشمنان خدا کے سامنے اعلان کر کے جاؤں گا۔ وہ بیت اللہ میں پہنچے اور زور سے کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔ کفار نے جو وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا: اٹھو اور بے دین کی خبر لو۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ موت نظر آنے لگی۔ اس وقت عباس رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخل ہوئے، انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان سے بچایا اور کہا: تمھاری بربادی ہو تم لوگ غفار کے آدمی کو مار رہے ہو، حالانکہ تمھاری تجارت گاہ اور گزرگاہ بنی غفار سے ہو کر جاتی ہے۔ اس پر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی معاملہ ہوا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی جان بخشی کرائی۔ اس کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے حکم پر مدینہ واپس چلے گئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جاتے ہی اپنے قبیلے میں دعوت اسلام دینا شروع کر دی۔ آپ کی تبلیغ سے ایک روز میں ہی آدھا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ نے اپنے آقا کی معیت میں غزوات میں شرکت کی۔ رحمت عالم ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ بہت بے قرار اور بے چین رہنے لگے۔ آقا کی بیماری سے ان کی کیفیات عجیب سی رہنے لگیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے مرض میں افاقہ ہوا تو آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لے آئے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ سے ملنے کے لیے قریب آنا چاہ رہے تھے کہ نبی ﷺ کی طبیعت پھر بگڑنا شروع ہوگئی اور آپ ﷺ واپس حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں چلے گئے۔ یہ دیکھ کر ابوذر رضی اللہ عنہ پھر پریشان ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کچھ آرام محسوس ہوا تو آپ ﷺ کو یاد آیا کہ آپ کا پیارا صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملنا چاہتا تھا لیکن مل نہ سکا۔ نہ جانے وہ کس غم والم میں مبتلا ہوگا۔ آپ ﷺ نے انھیں خصوصی طور پر اپنے پاس بلایا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دوڑ چلے آئے۔ آپ ﷺ کو بستر پر پڑے دیکھ کر ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ نبی ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جسم اطہر سے چمٹا لیا اور آپ ﷺ کی آنکھیں بھی بہہ پڑیں۔ اس رقت آمیز منظر کو دیکھ کر وہاں موجود سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم رو دیے۔

Marfat.com

سیّدنا امیر حمزہ کی یادیں

جب دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر مکہ کے اطراف سے شہر امن میں داخل ہو رہا تھا تو لبوں پر تکبیر کے نعرے تھے۔ احد کے میدان میں جب قریش نے مسلمانوں کو کاری ضرب لگا کر متعدد حالات سے دوچار کر دیا تو اس کی خوشی میں ابوسفیان نے اپنے لشکر میں کھڑے ہو کر یہ نعرہ لگایا: ''اعلُ هبل.'' پھر کہنے لگا: لنا عزی ولا عزیٰ لکم ۔جب زخمی وغمزدہ محمد ﷺ نے یہ کلمات کفر نے سنے تو آپ ﷺ برداشت نہ کر سکے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے جواب دو۔ ''الله اعلیٰ.'' اور ''الله مولنا ولا مولا لكم.'' آج مسلمان فتح سے ہمکنار اور عزیٰ کے پجاری ذلیل وخوار تھے۔ ہر طرف ایک ہی صدا تھی۔ اللہ اکبر......اللہ اکبر۔

قرآن حکیم نے اس شاندار فتح کی منظر کشی کرتے ہوئے سورۃ نصر نازل فرمائی اور فرمایا:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [النصر:2,1]

''جب اللہ کی مدد آئی اور فتح ملی، آپ (ﷺ) نے دیکھا لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔''

بڑے بڑے پاپی جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو غم، دکھ اور اذیتیں دی تھیں اور اسی مکہ سے بڑے کربناک انداز میں آنسوؤں کی برکھا میں محمد ﷺ کو نکلنے پر مجبور کیا تھا، آج فتح مکہ کے موقع پر سر جھکائے نادم وپشیمان اپنے سرکردہ کرتوتوں پہ شرمسار کھڑے تھے۔ فخر وغرور، گھمنڈ، رعونت اور ابھیماں کے پتلے اور اکڑباز سرنگوں تھے۔ سبھی پر خوف طاری تھا کہ نہ جانے اب خون کی ندیاں بہیں گی اور انتقام لیا جائے گا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو نبی رحمت ﷺ کے علمبردار تھے۔ جب انھوں نے ابوسفیان اور دیگر ائمۃ الکفر کو دیکھا تو پکار اٹھے

Marfat.com

آج خون کا انتقام لیا جائے گا۔ آج کعبہ کی حرمت پامال ہوگی تو سبھی نے سمجھ لیا کہ آج لات و منات ہی نہیں گریں گے بلکہ وہ ہاتھ بھی شل کر دیئے جائیں گے جو انھیں تراشتے تھے۔

حدود حرم میں سبھی مجرم کھڑے تھے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ اس گردن زنی و کشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((الیوم یوم البر و الوفاء .))

"آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا دن ہے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے جماعت قریش! اللہ تعالیٰ نے تمھاری جاہلانہ نخوت اور آباء واجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ سچ تو یہ ہے سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس کا تقویٰ زیادہ ہے۔ اس کے بعد یہ کلمات فرمائے:

((اذھبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم .))

"جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں ہے۔"

اس روز آپ ﷺ نے دو عورتوں کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھیں، سزا کا حکم سنایا لیکن ان میں سے بھی ایک کو معاف کر دیا۔ یہ تھی ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ۔ عتبہ مکہ کے سرداروں میں اپنے آپ کو بہت جرأت مند سمجھتا تھا۔ بدر کے روز یہی سب سے پہلے اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ہمراہ مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا۔ جب ان کی مبارزت کے مقابلے میں محمد ﷺ نے انصار کو بھیجا۔ عتبہ نے کہا ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا تعارف کرایا تو عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا: ہم تم سے نہیں لڑیں گے، جاؤ محمد ﷺ سے کہو ہمارے مقابلے میں قریشیوں کو بھیجو۔ ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس للکار پر آپ ﷺ نے امیر حمزہ، حضرت علی اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو آن واحد میں بدر کے میدان میں جہنم کا سب سے پہلا ایندھن بننے والوں میں عتبہ، شیبہ اور ولید تھے جو ہندہ زوجہ ابوسفیان کے رشتہ میں باپ، چچا اور بھائی تھے۔ جب اسے ان کے قتل کی خبر ملی تو یہ انتقام

Marfat.com

کی آگ میں جلنے لگی اور ابوسفیان کو اکساتی رہی کہ مسلمانوں سے اپنے پیاروں کے بدلے کے لیے تیاری کرو۔ اس کی بار ہا ملامت پر کفار احد میں لڑنے کے لیے بھر پور تیاری کے ساتھ آئے۔ ہندہ بھی جنگ کا منظر دیکھنے مسلمانوں کے لاشے کٹتے گرتے دیکھنے اور شکست خوردہ کفار جو میدان سے بھاگنے لگیں، انھیں عار دلانے کے لیے بڑے طمطراق سے آئی تھی۔ ہندہ نے اس روز امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کان کاٹے اور سینہ چاک کر کے آپ کا جگر چبایا لیکن نگل نہ سکی۔ ہندہ بنت عتبہ بھی دربار نبوی ﷺ کی بے حد وحساب رحمت سے مستفیض ہوئی۔

نبی ﷺ کی خدمت میں وہ شخص بھی حاضر ہوا جس نے آپ ﷺ کے دل میں اپنے لیے نفرت کے سوا کچھ نہ چھوڑا تھا لیکن رحمۃ للعالمین نے اس روز اسے بھی معاف کر دیا لیکن آپ ﷺ کے سامنے احد کا میدان کارزار آ گیا۔ اپنے ستر صحابہ کے بے گور وکفن لاشے آنکھوں کے سامنے تھے۔ انھی میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کٹا پھٹا جسد خاکی بھی تھا۔ جب آپ ﷺ نے اپنے شیر دل چچا کی لاش دیکھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے تھے۔ آج انھی کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی معاف کر دیا۔

وحشی مکہ کے سردار جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ جب غزوہ کی تیاری عروج پر پہنچی تو جبیر نے جس کے چچا طعیمہ بن عدی کو شیر اسلام حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے میدان میں قتل کیا تھا، وحشی سے کہا: وحشی! میں تم سے ایک سودہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سودہ تمھارے لیے بہت نفع بخش ہوگا لیکن میرے لیے بھی، اس میں خوشی کا سامان ہوگا۔ وحشی نے اپنے آقا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: آقا آپ حکم کریں۔ جبیر نے کہا: اگر تم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دو تو میں تمھیں عہد دیتا ہوں کہ تمھیں آزاد کر دوں گا۔

وحشی نے جب آزادی کا لفظ سنا تو وہ اس خطرناک کھیل کے لیے تیار ہو گیا۔ چنانچہ وہ بھی قریشی لشکر کے ساتھ احد میں پہنچ گیا۔ جب احد کا میدان سجا تو یہ بھی ایک طرف ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر اپنے شکار کا انتظار کرنے لگا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جنھوں نے

Marfat.com

دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ رکھی تھیں اور شتر مرغ کا پر اپنے عمامہ میں لگائے کفار کی صفوں کو درہم برہم کر رہے تھے۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے قریش کا نامور لڑاکا سباع تلوار لہراتا آپ کی طرف بڑھا۔ آپ بھی اس سے مخاطب ہوئے اوا نام انمار کے بیٹے! تیری یہ جرأت کہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے، اس کے بعد حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے ایک زور کا وار مارا اور اس کی لاش دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس جگہ کے قریب ہی وحشی چھپا ہوا تھا جب اس نے دیکھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے نشانے پر ہیں تو اس نے پوری قوت سے اپنا بھالا آپ پر پھینک دیا جو سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ناف سے نیچے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ وہیں گر پڑے۔ آپ نے اٹھنا چاہا لیکن بھالا اپنا کام دکھا چکا تھا۔ اس کے بعد وحشی مکہ آیا اور حسب وعدہ اس کو آزادی مل گئی۔ فتح مکہ پر وحشی کو یقین تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو زخم دیا تھا۔ گاہے گاہے ہرا ہو جاتا۔ آپ ﷺ حمزہ رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تو مغموم ہو جاتے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آتے لیکن آپ ﷺ نے اس کے باوجود وحشی کو معاف کر دیا۔

Marfat.com

بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر ہونے والے مظالم سے نبی ﷺ کے اشک گلفام

بلال رضی اللہ عنہ زمین پر چلتے تو ان کے قدموں کی چاپ جنت میں سنائی دیتی ہے۔ اللہ اکبر! یہ مقام و مرتبہ یہ عظمت و رفعت اور شرف و سطوت ان آزمائشوں کا صلہ ہے جو رب ذوالجلال کی توحید کو نہاں خانہ دل میں بسانے سے ملی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کوئی شخص اس وقت مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھ سے اپنی جان ماں باپ اور مال و اولاد سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے تو اس محبت کا حق ادا کر دیا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی داستاں بھی بہت دلچسپ ہے۔ ان کی ڈیوٹی چونکہ بکریاں چرانا تھی۔ یہ بکریاں دور تک لے جاتے۔ ایک مرتبہ غارِ حرا کے قریب ان کی بکریاں چر رہی تھیں کہ اچانک انھیں کسی نے آواز دی:

''یاراعی: کیا تمھارے پاس دودھ ہے۔''

جب بلال رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو محمد رسول اللہ ﷺ تھے جو اپنے ساتھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار حرا میں تھے۔ یہ سن کر بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کی خواہش پوری نہ کرسکوں گا کیونکہ اس ریوڑ میں کوئی بکری دودھ دینے والی نہیں ہے۔

بلال رضی اللہ عنہ کی بات سن کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا بلال ایسا کرتے ہیں کہ سامنے والی بکری کا دودھ دوھ کر دیکھ لیتے ہیں۔ امید ہے ہم نامراد نہ ہوں گے۔

Marfat.com

بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: لگتا تو نہیں کہ اس کے تھنوں میں دودھ اتر آئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلال آپ اجازت دے دو۔ اللہ تعالیٰ دودھ بھی دے دیں گے۔ نبی مکرم ﷺ کے بابرکت ہاتھ لگے تو بکری کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔ بلال رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر آپ ﷺ کے گن گانے لگے۔ اگر نفرت وکدورت کا پتلا کوئی قریشی یہ معجزہ دیکھتا تو ممکن ہے وہ اسے جادوگری کہتا لیکن یہ واقعہ بلال رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ اب بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے۔ ایک روز نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بلال تم اب تک اسلام سے دور ہو۔ یہ سننا تھا کہ بلال کی زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمات جاری ہوگئے۔

سبحان اللہ! بلال رضی اللہ عنہ پر، انسان جب بندوں سے ڈرتا ہے تو خوف زدہ رہتا ہے لیکن جب وہ بندوں کے رب کا خوف دل میں بسا لے تو پھر دنیا کے فرعونوں سے بے پرواہ ہوجاتا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے بالکل صاف جواب دیا کہ میرے جسم پر تو تمھارا زور چل سکتا ہے کہ میں تمھارا زرخرید غلام ہوں لیکن میں نے محمد ﷺ کو اور ان کے رب کو اپنے دل میں بسا کر ان کی غلامی اختیار کرلی ہے اور یہ غلامی کبھی ختم نہ ہوگی۔ امیہ جیسے ایسے دوٹوک جواب کی امید نہ وہ آپ کی بات سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا۔ امیہ کے کہنے پر اس کے غلام اور مکہ کے شریر لوگ آپ کو انسانیت سوز اذیتیں دیتے۔ وہ کبھی آپ کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کی پتھریلی زمین پر گھسیٹتے اور کڑاکے کی دھوپ میں گرم جلتی ریت پر اوندھے منہ لٹادیتے۔ کبھی آپ کو بے تحاشا پیٹتے اور ساتھ ہی یہ کہنے پر مجبور کرتے کہ تم لات ومنات کو اپنے معبود مان لو۔ مگر بلال رضی اللہ عنہ تو ایک ہی صدا بلند کرتے۔ اللہ احد، اللہ احد!

امیہ ملعون خود بھی آپ پر ظلم وستم کرنے میں پیچھے نہ رہتا۔ اس کا تو کام ہی یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں اور محمد ﷺ کو ستم کا نشانہ بنائے۔ وہ بلال رضی اللہ عنہ کو سخت کڑکتی دھوپ میں حرہ (حرہ کا مطلب ہی گرم ترین جگہ ہے) نامی جگہ پر لے جاتا اور ان کو جلتی ریت پر لٹا کر اوپر سے پتھر رکھ دیتا تاکہ وہ پہلو تک بدل نہ سکیں۔ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھا

Marfat.com

کر وہ بلال رضی اللہ عنہ کو دہکتے انگاروں پر لٹاتا، ان انگاروں کی تپش ان کے جسم سے بہنے والی چربی کم کر دیتی۔ امیہ سفاک کہتا لات ومنات کا اقرار کرلو تو صبر وثبات کے عظیم پیکر بلال ایک ہی نعرہ لگاتے۔ احد احد۔ امیہ پاگلوں کی طرح مارتا جاتا اور وہ احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) کے کلمات بلند کرتے جاتے۔ ایک دن ابو جہل، امیہ بن خلف اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ ان کا سارا جسم لہولہان ہو گیا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں درد کی ٹیس نہ اٹھتی ہو۔ وہ جب مار مار کر تھک گئے تو چٹان جیسے مضبوط ایمان کے مالک بلال رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ اب دو باتوں سے ایک کے انتخاب کا فیصلہ کرلو۔ کفر کے ساتھ پرسکون زندگی یا پھر اسلام کے ساتھ کرب ناک موت۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ سنہری حروف کی صورت لکھنا چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میرے جسم سے میری جان نکال سکتے ہو۔ میرا ایمان نہیں۔ جب یہ ظالم وشر انگیز لات وعزیٰ کے پجاری بلال رضی اللہ عنہ کو مار رہے تھے تو اس طرف سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا انھوں نے جب بلال رضی اللہ عنہ کو ستم گروں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنتے دیکھا تو وہ بے تاب ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ابو جہل وامیہ اور ان کے درندوں کو مخاطب کر کے کہا آخر تم کب تک اس مسکین پر ظلم کرو گے؟

یہ منظر دیکھ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو بلال کی بے بسی اور مظلومیت سے آگاہ کیا۔ انھوں نے بلال رضی اللہ عنہ کے مظالم کا جو نقشہ کھینچا تو خود نبی اکرم ﷺ سے بھی رہا نہ جا سکا اور پھر کیا تھا رحمت دو عالم ﷺ بھی اشک بار ہو گئے۔ وحشیوں کے چنگل سے نجات دلانے کے لیے آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی کہ کچھ روپیہ جمع کر کے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرا لیا جائے۔

چنانچہ ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی کوشش سے رقم ادا کر کے بلال رضی اللہ عنہ کو دشمنانِ اسلام کے ظلم سے رہائی دلا دی۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اس دار فانی سے کوچ کیا تو بلال بجھے بجھے سے رہنے لگے۔ انھوں نے مدینۃ الرسول بھی چھوڑ دیا کہ جہاں اپنے محبوب

Marfat.com

آقا کی یادیں انھیں ستاتی تھیں۔ نبی ﷺ نے انھیں موذن مقرر کیا تھا۔ان کی اذانیں اور اللہ اکبر کی صدائیں ہر طرف گونجتی تھیں۔مدینہ چھوڑنے کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کی صدا بھی سننے کو نہ ملی۔ چنانچہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو خلیفۃ الرسول وہاں تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔خلیفۃ الرسول نے مسلمانوں کے اصرار پر بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اذان کہیں۔ جب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہنا شروع کی تو آنکھوں کے سامنے اپنے محبوب رسول کی شبیہ آ گئی۔دور ابتلاء یاد آ گیا۔آقا کی رفاقت میں گزری گھڑیاں یاد آ گئی تو اشھد ان محمد رسول اللہ پر آنکھیں ساون بھادو کی طرح بہنے لگیں۔یہی حال تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔کہ آج آقا دوجہاں تو ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی پیش گوئیاں ایک ایک کر کے حقیقت کا روپ دھار رہی ہیں۔

Marfat.com

بدر کی فتح کی خوشی اور لختِ جگر کی وفات

جب نبوت کا پانچواں سال شروع ہوا تو قریش کا دن بدن اور ماہ بماہ بڑھتا ظلم وستم اپنے شباب کو پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں پر مکہ کی زمین تنگ ہو گئی اور انھیں ان پیہم ستم رانیوں سے نجات کی تدبیر سوچنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ان ہی سنگین اور تاریک لمحات میں سورۂ کہف نازل ہوئی۔ یہ اصلاً تو قریش کے ان سوالات کے جوابات تھے جو انھوں نے یہودیوں کے کہنے پر نبی ﷺ سے پوچھے تھے لیکن اس سورت میں پیش کردہ واقعات میں مسلمانوں کے لیے رہنمائی اور مستقبل کے بارے میں نہایت بلیغ اشارے تھے۔

اصحاب کہف کے واقعہ میں یہ درس موجود ہے کہ جب دین وایمان خطرے میں ہو تو کفر وظلم کے مراکز سے ہجرت کے لیے نکلا جائے۔ اس اصول اور اشارے کے بعد حبشہ کی ہجرت کی راہ ہموار ہوئی۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ بھی خبر ملی کہ حبشہ (ایتھوپیا) کا بادشاہ اصحمہ نجاشی نہایت عادل انسان ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق بارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے امیر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ دخترِ رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ یہ قافلہ رات کی تاریکی میں مکہ سے چلا، اس کا رخ بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ کی طرف تھا۔ جہاں خوش قسمتی سے دو کشتیاں تیار تھیں۔ یہ ان میں بیٹھ کر حبشہ پہنچ گئے۔ قریش نے پیچھا تو کیا لیکن نامراد مکہ واپس آ گئے۔ تین ماہ بعد کسی نے یہ خبر مشہور کر دی کہ مکہ کے تمام مشرک مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ تکبیر کی صداؤں سے

Marfat.com

گونج رہا ہے تو ان مسلمان مہاجروں کو اپنے مکہ کی محبت واپس کھینچ لائی۔خوشی سے شاداں فرحاں قافلہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو انھیں اتنا ہی زیادہ یہ سن کر صدمہ ہوا کہ مکہ کے کافروں کے دلوں پر جمے زنگ میں تو ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے سیاسی پناہ لے کر مکہ میں رہنا شروع کر دیا۔کفار کا ظلم و ستم ایک طرف بڑھ گیا تو دوسری طرف انھوں نے مسلمانوں کی مکمل خبر گیری شروع کر دی کہ کہیں پھر یہ ان کے ہاتھوں سے نکل نہ جائیں۔ادھر نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو دوبارہ ہجرت حبشہ کا اشارہ کر دیا تو اب سو مرد و خواتین نے ہجرت کی۔اب کی بار قریش چوکنا تھے اور ہجرت کی کوشش کو ناکام بنانے کا تہیہ کیے ہوئے تھے لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ نے ان کا سفر آسان بنا دیا۔ اس دوسری ہجرت میں بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا شامل تھے۔اس گھرانے نے کئی سال حبشہ میں قیام کیا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ان کو نرینہ اولاد عطا کی جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

نبوت کے تیرہویں سال محمد ﷺ نے انصار مدینہ کی دعوت اور نصرت و تائید کے وعدوں کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کا مسلمانوں کو حکم دیا۔اس دفعہ حکم عام تھا۔مسلمانوں نے موقع بہ موقع مدینہ جانا شروع کر دیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو تیسری بار مدینہ کی جانب ہجرت کا اعزاز حاصل ہوا۔

۲ ہجری کو جب بدر کا میدان گرم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شرکت نہ کر سکے کیونکہ آپ کی رفیقہ حیات سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ان کی حالت دیکھ کر محمد ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمانؓ آپ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مدینہ میں ٹھہرو اور رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کرو۔تمھیں اس تیمارداری کے صلے میں جہاد میں شمولیت کا ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت میں سے حصہ بھی ملے گا۔ اس حکم کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مدینہ میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرنے لگے لیکن مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی اور پھر وہ مرحلہ آیا جب امام کائنات کی لخت جگر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبوب بیٹی اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شریک

Marfat.com

سفر زندگی کے بندھن توڑ کر خالق حقیقی سے جاملیں۔ ادھر رقیہ رضی اللہ عنہا سفر آخرت پر روانہ ہوئیں تو ادھر بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دے کر حق کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کر دیا۔ بدر سے فتوحات کا شاندار سفر مکہ کی جانب شروع ہوا۔ بدر میں فتح کے بعد حضور ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی دے کر مدینہ کی طرف روانہ کیا تا کہ یہود و منافقین کے عزائم خاک آلود ہوں اور مسلمان خوش ہوں۔ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو اسی لمحے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین کی جا رہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو جب رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر ملی تو آپ ﷺ بہت غم زدہ ہوئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ واپس آئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: عثمان بن مظعون جا چکے ہیں۔ رقیہ تم بھی ان سے جا ملو۔

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر عورتوں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ سسکیوں کی آواز جب عمر رضی اللہ عنہ نے سنی تو انھوں نے یوں روتے دیکھ کر انھیں منع کیا۔ تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: عمر! انھیں رونے دو، دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ بھی یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔

Marfat.com

اہل طائف کا ظلم اور اشک گلفام

چچا ابو طالب اور محبوب بیوی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی، جدا ہو گئی تو نبی ﷺ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کہنا شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی اکرم ﷺ مکہ سے نکلے اور بیرونجات کو وعظ کے لیے تشریف لے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سناتے توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی ﷺ پیادہ پا طائف جا پہنچے۔

طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سر پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب تینوں بھائی طائف کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان سے ملے اور انھیں اسلام کی دعوت پیش کی تو ان میں سے ایک بولا کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا جسے سفر کے لیے سواری بھی میسر نہیں۔ اسے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بناتا۔ دوسرا بولا میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوا دوں گا، اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔ تیسرا کہنے لگا میں تجھ سے کبھی بات نہیں کرنے کا کیونکہ اگر تو اللہ کا رسول ہے۔ جیسا کہ تو کہتا ہے، تب تو یہ خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کر دوں اور اگر تو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔

نبی اللہ ﷺ نے وعظ کہنا شروع کیا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی اکرم ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور ﷺ لہو میں تر بہ تر

Marfat.com

ہوجاتے۔ خون بہہ بہہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لیے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہوجاتا۔

اسی مقام پر ایک اور وعظ میں طائف کے بدخصلتوں نے اللہ کے رسول ﷺ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ زخموں کی تکلیف نہ سہہ کر بے ہوش ہوگئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی کافی چوٹیں لگی تھیں۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اٹھایا اور آبادی سے باہر لے جاکر آپ ﷺ پر پانی چھڑکا۔ آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ کو یہ رنج اور صدمہ تھا کہ اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد ایک بھی شخص مسلمان نہیں ہوا۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ پر کوئی ایسا دن بھی آیا جو یوم احد سے بھی زیادہ سخت تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: طائف میں پیش آیا۔ آپ ﷺ نے اپنے سفر کی تمام روداد انھیں سنائی۔ پھر فرمایا عائشہ! میں نے اپنے آپ کو قرن الثعالب پر پایا۔ جب میں نے سر بلند کر کے اوپر دیکھا تو بادل مجھ پر سایہ فگن تھے اور ان میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے وہ سب دیکھ اور سن لیا جو آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے کیا اور کہا۔

جبریل امین علیہ السلام پھر گویا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو میرے ساتھ بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں حکم دیں، پھر فرشتۂ جبال بولے اے محمد! میرے رب نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ کے ہر ارشاد کی تکمیل کروں۔ اگر آپ ﷺ چاہیں تو طائف وادی کے دونوں پہاڑوں کو اہل طائف پر الٹ کر ان کو دنیا کے لیے نشان عبرت بنادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا؟ امید ہے ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔

Marfat.com

اے اللہ! نبی ﷺ کا دفاع کرنے والی آنکھ کو روشنی بخش دے

حدیث کی کتاب معجم طبرانی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قتادہ رضی اللہ عنہ کو ایک کمان عطا کی جو آپ کو کسی شخص نے تحفتاً پیش کی تھی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا سے اس تحفے کو وصول کیا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ اس کمان کو آزمانے کے لیے بے قرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے احد کے معرکے کے اسباب فراہم کر دیئے۔ احد میں جب مسلمانوں کے ہاتھ سے فتح معمولی غلطی کی بنا پر دور ہوگئی اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار آ گیا۔ ایک لمحہ ایسا بھی آیا کہ سالار جنگ محمد ﷺ یکا و تنہا رہ گئے۔ دشمن کے لیے بہترین موقع تھا کہ وہ نور ہدایت کو نعوذ باللہ بجھا دیں۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کو مرکز نان کر یورش کر دی۔

عتبہ بن ابی وقاص کی تلوار کے وار سے خود کی کڑیاں آپ ﷺ کے چہرے میں دھنس گئیں۔ دندان شہید ہو گئے۔ ایک بدبخت نے تو مشہور کر دیا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ اس پراپیگنڈے نے مسلمانوں کو اور بھی پریشان کر دیا لیکن مسلمان جلد ہی آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں آپ ﷺ کی عطا کردہ کمان لے کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور پوری قوت سے دشمن پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ اتنے تیر برسائے کہ کمان کا کنارا ٹوٹ گیا اور کمان بے کار ہو گئی۔ دشمنوں کی بار بار کی یلغار سے آپ ﷺ اپنے چند ساتھیوں سمیت ایک جگہ سمٹ گئے۔ جب دشمنوں کا شدید حملہ ہوتا تو میں اپنے آقا کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو جاتا۔ جب بھی دشمن کا کوئی تیر آپ ﷺ کی طرف آتا تو میں اپنا چہرہ آگے کر دیتا۔ تیروں کی بارش میں کئی تیر میرے دائیں بائیں سے

Marfat.com

گزر گئے لیکن ایک تیر سیدھا میری آنکھ میں آکر لگا اور میری آنکھ کا ڈھیلا کٹ کر سیدھا میرے ہاتھ میں آیا۔ میں نے اس کو یہ سمجھ کر کہ اب آنکھ شہید ہوگئی ہے تو نیچے پھینک دینے کی بجائے ڈھیلے کو لے کر اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خون سے تر تھا۔ آپ ﷺ نے جب میری آنکھ کے ڈھیلے کو دیکھا اور میری حالت دیکھی تو آپ ﷺ میرے غم میں شریک ہوگئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ ﷺ نے ڈھیلے کو اپنے دست مبارک سے اس کے اصل مقام پر رکھ دیا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند فرما دیئے۔

"اے رب ذوالجلال! تیرے بندے قتادہ نے تیرے پیغام رساں نبی کا دفاع اپنے چہرے سے کیا تو اس کی آنکھ کو صحیح کر دے اور اس کی نظر کو تیز کر دے۔ اے اللہ! قتادہ کی آنکھ کو پہلے سے بھی خوبصورت بنا دے، اس کو روشنی بخش دے۔"

نبی رحمت ﷺ کی دعا کا اثر تھا کہ آنکھ میں کسی نقص کا معمولی شائبہ بھی نہ رہا۔ آنکھ پہلے سے خوبصورت دکھنے لگی اور بینائی کا تو کیا کہنا، پہلے سے بھی تیز ہوگئی اور تادم نہ تو کبھی اس میں تکلیف ہوئی اور نہ کبھی بینائی میں کمی آئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ السابقون الاولون میں شامل تھے اور ہمیشہ نیکی میں آگے آگے رہتے۔ انھوں نے کبھی کسی مصلحت کو آڑے نہ آنے دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مدینہ کے گردونواح میں بادل چھائے ہوئے تھے، کڑک اور گرج بھی تھی۔ بجلی چمکتی تو دور تک ماحول روشن ہو جاتا اور جب اندھیرا چھا جاتا تو ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا۔ بارش کا ماحول تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رخصت پر عمل کرتے ہوئے عشاء اپنے گھروں میں ادا کر لی۔

نبی مکرم ﷺ جب مسجد میں تشریف لائے تو مسجد میں بالکل سناٹا اور ہو کا عالم تھا۔ اچانک بجلی کی چمک سے ماحول روشن ہوا تو آقا دو جہاں نے ایک کونے میں ایک شخص کو بیٹھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا: تم قتادہ ہو؟ تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا: جی حضور میں قتادہ ہوں۔

Marfat.com

پھر خود ہی کہنے لگے آج مطلع ابر آلود ہے، گرج اور چمک ہے۔ میں نے خیال کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رخصت پر عمل پیرا ہوں گے اور جماعت کے لیے شاید کوئی نہ ہو تو میں ہمت کر کے آ گیا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور پھر کہا جب تم نماز پوری کر لو تو مجھ سے ملے بغیر نہ جانا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی تو آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ آپ ﷺ سے ملے بغیر نہ جاؤں۔ نبی ﷺ نے انھیں کھجور کی ٹیڑھی میڑھی چھڑی عطا کی اور فرمایا قتادہ یہ چھڑی رات کی اس گھڑی تمہارے لیے روشن قندیل بنے گی۔ جب قتادہ مسجد سے باہر نکلے تو چھڑی چمکنے لگی اور آپ رضی اللہ عنہ اس روشنی میں اپنے گھر پہنچ گئے۔

Marfat.com

محبوب شریک حیات بھی الوداع کہہ گئیں

جب آپ ﷺ کی عمر چالیس برس ہوگئی تو زندگی کے افق کے پار سے آثار نبوت چمکنا دمکنا اور جگمگانا شروع ہوئے۔ یہ آثار خواب تھے۔ آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتے۔ ادھر قوم کے تاملات نے آپ ﷺ کو کافی حدتک رنجور کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کا ان سے ذہنی وفکری فاصلہ بہت بڑھ گیا تو آپ ﷺ کو تنہائی بہت محبوب ہوگئی۔ آپ ﷺ ستو اور پانی لے کر مکہ سے دو میل دور غارِ حرا میں جا کر رہتے۔ آپ ﷺ پورا رمضان یہاں قیام فرماتے۔ آنے جانے والوں کو کھانا کھلاتے، کائنات پر غور فرماتے۔ آپ ﷺ کو اپنی قوم کے لچرپن، شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات سے انتہائی نفرت تھی لیکن آپ ﷺ کے سامنے کوئی واضح راستہ، معین طریقہ اور افراط وتفریط سے ہٹی ہوئی کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپ ﷺ اطمینان وانشراح کے ساتھ رواں دواں ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ تنہائی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو آنے والے کارِ عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔ خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ یکسو خلوت نشین تھے کہ رمضان کی ۲۱ تاریخ دوشنبہ کی رات اگست کی ۱۰ تاریخ ۶۱۰ء میں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک قمری ترتیب سے چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے بائیس دن تھی تو اچانک روح الامین کا نزول ہوا۔ نبی مکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام امین نے کہا پڑھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے جھنجھوڑا کہ میری قوت نچوڑ دی پھر چھوڑ کر کہا پڑھو میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر دبوچا۔ تیسری بار پھر یہی ہوا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

Marfat.com

﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ﴾ [العلق : ۱]

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا۔''

اس انوکھے واقعہ کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے محبوب زوجہ سے کہا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انھوں نے چادر اوڑھا دی تو خوف ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنا کر فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے تو اس زیرک، دانش منداور باشعور شریک حیات نے کہا قطعاً نہیں۔ باخدا اللہ آپ ﷺ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں۔ اس کے بعد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل عیسائی تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا تھے۔ ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ اپنے بھتیجے کی سنیں۔ نبی ﷺ نے تمام واقعہ کہہ سنایا تو ورقہ نے کہا یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اس وقت توانا ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں جب بھی کوئی آدمی ایسا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو قوم نے اس سے ضرور دشمنی کی۔ اگر میں نے تمھارا زمانہ پالیا تو تمھاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا۔ کفار کی تمام سازشیں، ہتھکنڈے ناکام ہو گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو ناروا تہمتوں، بیہودہ گالیوں کا نشانہ بنایا۔ آپ ﷺ کو جادوگر، پاگل، دیوانہ اور جھوٹا کے الزامات دیئے۔ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ جب یہ سب کچھ کار بے کار ثابت ہوا تو ظلم و جور کے در کا آغاز ہوا۔ بات طعن و تشنیع سے آگے دست درازی تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ کی راہوں میں پھولوں کے بجائے خار بچھائے گئے۔ گلے میں رسی ڈال کر گلے کو گھونٹا گیا۔ حالت سجدہ میں اوجھڑی لا کر رکھ دی گئی۔ ابوجہل

Marfat.com

نے پتھر مار کر آپ ﷺ کو زخمی کر دیا۔ اہل طائف نے ظلم وستم کی تمام حدیں پھلانگ دیں۔
نبی مکرم ﷺ جب کفار کے رویے پر کبیدہ خاطر ہوتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی ڈھارس بندھ جاتیں۔ میرے سرتاج آپ ﷺ غمزدہ نہ ہوں۔ بھلا کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے کہ جسے لوگوں کے تمسخر، استیصال، استہزاء، تضحیک آمیز رویے کا سامنا رہا ہو۔ آقا دن بھر گلیوں، کوچوں، مجلسوں، محفلوں، میلوں، ٹھیلوں، گھروں، بازاروں میں انفرادی و اجتماعی دعوت دیتے اور دشمنوں کے ہاتھوں پہنچنے والے زخم سہلاتے۔ شام کو گھر آتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زخموں پر اپنی محبت، چاہت، وفاداری اور جانثاری کا مرہم رکھتی جس سے ساری تکلیفیں دور ہو جاتیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رفاقت کے آخری دس سال بہت ہی آزمائش والے تھے۔ لیکن قربان جائیں ام المومنین کی ثابت قدمی واستقامت کے۔ آپ ہر لمحہ اپنے شوہر اور آقا کے کندھے سے کندھا ملا کے کھڑی نظر آتی ہیں۔ شعب ابی طالب کا تین سالہ دورِ محصوری بھی کچھ کم اذیت ناک نہ تھا۔ لوگ پتے اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بچوں اور عورتوں کی چیخ وپکار گھاٹی سے باہر بھی سنائی دیتی تھی۔ اس دور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا جنہیں مکہ میں ان کی دولت وتجارت اور معزز شخصیت کی بنا پر لوگ عزت واحترام سے دیکھتے تھے۔ اگر وہ الگ ہونا چاہتی تو کچھ مشکل نہ تھا لیکن آپ نے نبی ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ادھر نبی مکرم ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ شعب ابی طالب کا معاہدہ جب چاک ہو گیا اور قریش اس حصار سے نکل آئے تو نبی ﷺ کو جو دو صدمے سننے پڑے، ان میں ابو طالب کی وفات اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تھی۔ پچیس سال پر محیط رفاقت کا یہ سفر اپنے اختتام کو پہنچ گیا اور ۱۰ نبوت رمضان المبارک کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ آپ کے انتقال سے نبی مکرم ﷺ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ نے اسی مناسبت سے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔ اس بے پناہ غم وحزن سے آپ اکثر مغموم رہتے۔ جب بھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد ستاتی تو دل بھر آتا اور آنکھیں موتیوں جیسے قطروں کا بوجھ نہ سہہ سکتیں اور بہہ پڑتیں۔

Marfat.com

حیدر کرار کے زخم

نبی مکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کا پختہ قصد کر لیا اور دشمن کی بے نیام تنی تلواروں میں سے بحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا۔ فرمایا: ”علی تم میرے بستر پر میری چادر تان کر سو جاؤ۔“ ذرا فکر نہ کرنا، یہ دشمن تمھارا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا فرمان سن کر تلواروں کے سائے میں بے فکری سے سو گئے۔

صبح جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، قریش نے قریب جا کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے کہا بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کیا خبر ہے کیا پہرہ میں دے رہا تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔

ابو جہل کی تجویز کے تار و پود بکھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جری بہادروں کی آنکھوں کو اندھا کر کے اپنے نبی کو بحفاظت نکال لیا۔ تو غصہ سے اپنے بازوں کاٹنے لگے۔ انھیں کچھ سجھائی نہ دیا اور علی رضی اللہ عنہ پر پل پڑے، ان کو خوب مارا اور پکڑ کر کعبہ میں لائے، تھوڑی دیر تک جس بے جا میں رکھا اور آخر کار چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن تک مکہ میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی تمام امانتیں واپس کیں اور پھر مدینہ کی جانب اکیلے پاپیادہ کوچ شروع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رات کو سفر کرنا مناسب سمجھا۔ رات کو گرمی کی شدت کم ہو جاتی تھی، دوسرا دشمن کے کسی فرد سے سامنا کا خطرہ بھی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کٹھن راہوں کو طے کر کے جب مدینۃ الرسول پہنچے تو تھکاوٹ سے برا حال تھا۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پھٹ گئے اور ان سے خون بہنے لگا۔ جب نبی مکرم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے انھیں دربار نبوی میں حاضری کا پیغام بھیجا۔

Marfat.com

آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ چلنے سے قاصر ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ خود ان سے ملنے آگئے اور آتے ہی انھیں گلے لگالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کا حال دیکھ کر آپ ﷺ دل گرفتہ ہوئے اور آپ سے اپنے پیارے صحابی کے زخموں کو دیکھ کر رہا نہ گیا کہ آن کی آن میں چشم نبوت نم ہوگئی۔

Marfat.com

سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قیصر کی شکست کا آغاز ہوا

پہلے زمانے میں سفیروں کا قتل کرنا نہایت بدترین جرم تھا جو اعلان جنگ بلکہ اس سے بھی بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ کے لشکر کا سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور یہ وہی زید بن حارثہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بازو سے پکڑا اور سیدھے بیت اللہ پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو مخاطب کرکے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔

آپ ﷺ کی خدمت میں آنے سے پہلے زید رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک غلام کی تھی۔ جنہیں حکیم بن حزام نے عکاظ میلے میں جہاں غلاموں اور لونڈیوں کی منڈی لگتی تھی سے خرید کر اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو پیش کر دیا۔ زید اس وقت کم عمر تھے۔ جب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو آپ نے زید کے اخلاق، کردار و گفتار اور اس میں مخفی خوبیوں کو بھانپ کر اپنی زوجہ حیات سے مانگ لیا۔ اب زید اپنے آقا و مولا کی خدمت کرتا اور محمد کریم ﷺ کی کریمانہ شفقت سے لطف اندوز ہوتا۔ زید رضی اللہ عنہ نے نبی رحمت ﷺ کی محبت والفت، رحمدلی سے جو فیض پایا وہ حقیقی والدین سے بھی شاید نہ ملتا۔ یہی وجہ ہے جب زید رضی اللہ عنہ کے والد و چچا انھیں تلاش کرتے کرتے مکہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے کہا: ہمارا بیٹا جسے بنی قیس بن جسر کے لوگوں نے شب خون مار کر غلام بنا کر بیچا تھا، وہ اب آپ کے پاس ہے۔ آپ ﷺ جو قیمت چاہیں لے لیں اور ہمارے بیٹے کو ہمارے حوالے کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں زید کو بلاتا ہوں اور اس سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کہ اس نے کس کے پاس رہنا ہے۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جانا پسند کرے تو میں کوئی معاوضہ لیے بغیر بخوشی اسے اپنے

Marfat.com

ماں باپ اور قبیلے والوں میں جانے دوں گا اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں اسے گھر سے خواہ مخواہ نکالنے کا نہیں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ جب وہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پوچھا، آپ ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ یہ میرے باپ اور یہ چچا ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تمھارے خاندان والے تمھیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں اور وہ تمھیں ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ تم میری طرف سے مکمل آزاد ہو۔ تم جو بھی فیصلہ کرو گے میں اسے تسلیم کروں گا۔ جب زید رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو آپ نے بلاتوقف کہا: میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتا۔ والد اور چچا نے جب زید کے منہ سے یہ جملہ سنا تو حیران رہ گئے کہ غلام تو آزادی کو ترستے ہیں لیکن یہ کیسا آدمی ہے جسے آزادی کا پروانہ مل چکا لیکن یہ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہا ہے۔ انھوں نے کہا: زید تو اپنے والدین کو چھوڑ کر بیگانوں کے ہاں رہنا پسند کرتا ہے تو زید نے جواب دیا: میں نے محمد ﷺ کو اپنوں سے بڑھ کر پایا ہے۔ آپ ﷺ جن اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں دنیا میں کوئی نہیں۔ آپ مشفق، رحیم و کریم ہیں۔ یہ تو وہ دریا ہے جہاں پیاسوں کی پیاس بجھتی ہے، جہاں بھوکوں کو کھلایا جاتا ہے، جہاں دکھ درد کے ماروں کو محبت کا مرہم ملتا ہے۔ میں ایسے در کو کیسے چھوڑ دوں۔ جب والد نے بیٹے کے جذبات دیکھے تو وہ بھی بخوشی زید کو یہاں چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔

نبی مکرم ﷺ نے آپ کو نہ صرف اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا بلکہ آپ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔ نبی ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ طائف کے دعوتی سفر میں بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے اہل طائف کو دعوت حق دی تو وہ کچھ سننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کا ایک ہی جواب تھا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ اوباش آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش برساتے، گالیاں دیتے، تالیاں پیٹ کر آپ ﷺ کی تضحیک کرتے۔ چشم قدرت نے ایک اندوہناک منظر بھی دیکھا جب آپ ﷺ پر پتھر برس رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر آگے اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہوتے لیکن

Marfat.com

سنگ باری اتنی شدید تھی کہ دونوں حضرات زخمی ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ پر تو غشی طاری ہوگئی اور آپ ﷺ کا چہرہ انور خون سے تر ہو گیا۔

نبی مکرم ﷺ نے اپنے اس سفر وحضر کے ساتھی کو اپنے سفیر کے قتل کا بدلہ لینے اور قصر روما کے بارے میں اپنی پیش گوئیوں کی صداقت کے امر ہونے کا دروازہ کھولنے کے لیے جو لشکر تیار کیا اس کا جرنیل وکمانڈر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ جعفر طیار کمانڈر ہوں گے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لشکر کی کمان کریں گے۔ آپ ﷺ نے لشکر کے لیے سفید پرچم باندھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لشکر کو وصیت کی کہ جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اور ان سے لڑائی کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے غزوہ کرو اور دیکھو بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور انتہائی ضعیف شخص کو اور گرجے میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا۔

اس وصیت کے بعد آپ ﷺ لشکر کی مشایعت کرتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لائے اور لشکر کو الوداع کہا۔ لشکر اسلام جب معان پہنچا تو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ہرقل قیصر روم مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر جرار لیے خیمہ زن ہے اور اتنی ہی جمعیت لخم وجذام، بلقین وبہراور بلی قبائل سے فراہم ہوگئی ہے۔ اب مسلمانوں کے مٹھی بھر یعنی صرف تین ہزار کے لشکر کے سامنے دو لاکھ افراد لڑنے کے لیے تیار تھے۔ مسلمانوں نے مشاورت کی کہ ان کے سامنے اب یہ سوال تھا کہ آیا تین ہزار جتنا لشکر دو لاکھ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے ٹکرا جائے یا کیا کرے۔ مسلمانوں نے معان کے مقام پر دو دن مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس صورتحال سے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کیا جائے۔ جو آپ ﷺ فیصلہ کریں اس پر عمل ہو لیکن عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور ایک زبردست

Marfat.com

پرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا: لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز سے تم کترا رہے ہو یہ تو وہی شہادت ہے جس کی طلب میں آپ نکلے ہو۔ یاد رہے دشمن سے ہماری لڑائی تعداد، قوت اور کثرت کے بل پر نہیں بلکہ ہم محض اس دین کے بل پر لڑتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرف کیا ہے۔ اس تقریر کے بعد شہادت کی تڑپ میں لشکر اسلام موتہ میں رومیوں کے سامنے صف آرا ہوا۔

نہایت تلخ لڑائی شروع ہوئی۔ تین ہزار کی نفری دو لاکھ کے ٹڈی دل سے ٹکرا گئی۔ عجیب وغریب معرکہ تھا۔ دنیا پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی لیکن جب ایمان کی باد بہاری چلتی ہے تو اسی طرح کے عجائبات ظہور میں آتے ہیں۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے چہیتے زید رضی اللہ عنہ نے علم لیا اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ اسلامی شہبازوں کے علاوہ کہیں اور اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ لڑتے رہے...... لڑتے رہے یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھ گئے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شہادت کے بعد علم جہاد کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہ خبر دی۔ آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی محبت نے جوش مارا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے اپنے محبوب ساتھی کے لیے محبت بھرے آنسو بہہ پڑے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے ہونے کا اعزاز تو حاصل تھا لیکن اللہ کی طرف سے اس سے بھی بڑا اعزاز یہ ملا کہ زید رضی اللہ عنہ کا نام قرآن کی تلاوت میں شامل کر دیا جو کسی اور صحابی کو نصیب نہ ہوا۔

Marfat.com

رضاعی بہن کو قیدی دیکھ کر آنکھیں چھلک پڑیں

فتح مکہ کے بعد بہت سے قبائل نے مرعوب ہوکر یہ سمجھتے ہوئے کہ اب اسلام کا مقابلہ ممکن نہیں اسلام قبول کرلیا۔ بہت سے قبائل جن میں ثقیف وہوازن اوران کے حلیف شامل تھے، اسلام کے سامنے جھکنے کوباعث عارسمجھ کر اڑ گئے اور مقابلے پرتیار ہوکر جارحیت کا ارتکاب کرنے لگے۔ان قبائل نے مالک بن عوف کواپنا سردار جنگ بنالیا۔مالک بن عوف اپنے ساتھ ان قبائل کی عورتوں،بچوں اور مال ومویشی کو بھی کھینچ لایا تا کہ ہر شخص مال اور بچوں کے خیال سے میدان جنگ سے فرار کی بجائے جم کرلڑے تا کہ مسلمانوں کوشکست دی جاسکے۔ اسے ہوازن کے ایک ماہر تجربہ کارمردمیدان نے سمجھایا کہ اگرتم غالب رہے تو تمہارے لیے مسلح آدمی ہی مفید ہیں اوراگرشکست کھاگئے توپھرتمھیں اپنے اہل وعیال کے حوالے سے رسوا ہونا پڑے گالیکن مالک نہ مانا اورجنگ کی تیاری کرنے لگا۔

اُدھرمسلمانوں نے بھی ان قبائل کوزیر کرنے کے لیے تیاری شروع کی۔ دس ہزار مسلمانوں کے لشکر میں دوہزارافراد کا مزیداضافہ ہوگیا۔ان میں بڑی تعدادنومسلموں کی تھی جو اسلام کوپوری طرح سمجھ بھی نہ پائے تھے اورکچھ غیرمسلم بھی تھے۔اسلامی لشکردس شوال کوحنین پہنچا۔مالک نے رات کی تاریکی میں اپنالشکراس وادی میں اتارکراسے راستوں،گذرگاہوں، گھاٹیوں اور پوشیدہ جگہوں پر بٹھادیا۔ادھرطلوع سحر کے ساتھ نبی ﷺ نے لشکرکی ترتیب فرمائی اورمسلمانوں نے وادی حنین میں قدم رکھا تودشمن جس سے مسلمان بے خبر تھے نے اچانک ان پرتیروں کی بارش کردی اورپھریک دم ٹوٹ پڑے۔مسلمانوں کے قدم اچانک حملے سے اکھڑ گئے۔ بھگدڑ مچ گئی۔کوئی کسی کی طرف نہ دیکھ رہاتھا۔ایسے موقع پرابوسفیان جونیا مسلمان تھا کہہ اٹھا ان کی بھگدڑ سمندر سے پہلے نہیں رکے گی اورجبلہ یاکلدہ بن جنید نے چیخ

Marfat.com

کر کہا: دیکھو آج جادو باطل ہو گیا۔

ادھر محمد ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دائیں طرف ہو کر پکارا۔

اے انصار و مہاجرین! میری طرف آ جاؤ۔

''میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

لوگوں نے جب عباس رضی اللہ عنہ کی پکار سنی تو آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے لشکر کو پھر سے لڑا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریقین میں دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے میدان کی طرف دیکھا تو گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ فرمایا: اب چولہا گرم ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا:

شاھت الوجوہ۔ چہرے بگڑ جائیں۔ یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو۔ اس کے بعد ان کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور چند ساعتوں بعد ہی ثقیف و ہوازن نے شکست کھا کر میدان چھوڑنا شروع کر دیا۔ ثقیف کے ستر آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کو چھ ہزار عورتیں، بچے قیدی ملے۔ اس کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

جنگ کی ابتدا میں شکست کی صورت دراصل مسلمانوں کے دلوں میں کثرت تعداد کے حوالے سے پیدا ہونے والے خیال کے سبب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ایمان والوں کے لیے کثرت وقلت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جنگ کے بعد اب مال غنیمت کی تقسیم تھی۔ نبی ﷺ نے دس دن انتظار کیا کہ شکست خوردہ قبائل ان سے رابطہ کریں گے مگر کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت کی تقسیم کی۔ جب تقسیم ہو چکی تو اتفاق سے اسی روز ہوازن کا وفد آیا۔ یہ کل چودہ افراد تھے۔ ان کا سربراہ زہیر بن صُرد تھا۔ ان میں نبی ﷺ کا رضاعی چچا ابو برقان بھی۔

وفد نے نہایت غمگسارانہ انداز میں نبی ﷺ سے درخواست کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو میرے ساتھ مکہ کے دو ہزار افراد بھی آئے ہوئے ہیں، وہ نو وارد اسلام ہیں۔ مجھے سچ

Marfat.com

بات پسند ہے تم بتاؤ تمھیں بال بچے زیادہ عزیز ہیں یا مال؟ تو وفد نے کہا خاندانی شرف سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا جب نماز ظہر ہو تو آپ اٹھ کر کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کو مومنین اور مومنین کو رسول اللہ ﷺ کی جانب سفارشی بناتے ہیں کہ ہمارے قیدی واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قیدی واپس کیے تو انصار و مہاجرین نے بھی بخوشی اپنے قیدی واپس کر دیئے۔

لیکن قریش، بنوتمیم اور بنوفزارہ نے واپس نہ کیے۔ بنوسلیم کے عباس بن مرداس نے بھی کہا: جو میرا وہ میرا ہی ہے لیکن اس کے قبیلے والوں نے کہا نہیں جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ ان قیدیوں میں ایک ایسی ہستی بھی تھی جس سے نبی مکرم ﷺ کا بچپن کا تعلق تھا۔ یہ ہستی آپ ﷺ کو کندھوں اور کبھی پیٹھ پر بٹھا کر کھیلاتی اور کھلاتی بھی تھی۔ نبی رحمت ﷺ کو اپنی بانھوں میں اٹھاتی بھی تھی۔ یہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کی لختِ جگر اور آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماں بنت حارث تھیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں گرفتار کیا تو انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا میں آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ چنانچہ آپ کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو آپ ﷺ کے بچپن کی باتیں یاد دلائیں۔ شیماں بنت حارث کہنے لگیں: میرے بھائی یہ دیکھئے جب ہم بچپن میں کھیل رہے تھے تو آپ ﷺ نے میرے دانت سے کاٹا تھا۔ جس کے نشان آج بھی باقی ہیں۔ شیماں بنت حارث کی باتیں سن کر آپ ﷺ کو بھی بچپن یاد آ گیا۔ جو آپ ﷺ نے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں گزارا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنی بہن کے اعزاز و اکرام کے لیے اپنی چادر اتار کر زمین پر بچھائی اور اس پر انھیں بٹھایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بہن! اگر آپ میرے پاس رہنا پسند کریں تو مجھے خوشی ہو گی اور اگر آپ اپنے خاندان و قبیلے میں جانا پسند کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ اس معاملے میں بااختیار ہیں تو شیماں نے اپنے علاقے میں جانے کو ترجیح دی اور نبی کریم ﷺ نے ان کو تحائف وغیرہ دے کر رخصت کیا۔

Marfat.com

غزوۂ احد میں جلابیب کی شہادت اور مبارک آنسو

جلابیب کی خوش نصیبی کے کیا ہی کہنے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں چن لیا تھا اور امام کائنات ﷺ نے اپنے جلابیب کے لیے رشتہ کا چناؤ بھی خود ہی کیا۔ ایک روز ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زیارت کے لیے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ نبی مکرم ﷺ کو اپنے انصار پر قابل یقین بھروسہ تھا کہ وہ آپ کی کسی بات کا رد نہیں کریں گے۔ یہ مفروضہ نہیں، کوئی سنی سنائی بات بھی نہیں ہے بلکہ اٹل حقیقت ہے۔

بدر کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے انصار کی رائے لینا چاہی تو انصار نے یہی کہا تھا آقا اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں گھس جائیں گے تو ہم میں سے ہر ایک اس کے لیے تیار ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری، اطاعت گزاری اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ﷺ کو یقین تھا میرا انصاری ساتھی مجھے یہ حق دے گا۔ انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! میرے نصیبے اور خوش قسمتی کی اس سے بڑھ کر صورت کیا ہوگی کہ میرے آقا ﷺ میری بیٹی کا رشتہ طے کریں۔ آقا آپ ﷺ میری بیٹی کس کے عقد میں دینا چاہتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا جلابیب رضی اللہ عنہ۔

انصاری نے یہ سن کر کہا: میں اپنی بیوی سے مشورہ کرلوں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ گھر واپس تشریف لائے اور اپنی بیوی کو مجلس کا تمام حال سنایا۔ اس کے بعد دونوں نے مشورہ شروع کر دیا۔ صحابیہ رسول ﷺ کہنے لگیں کہ اس سے پہلے ہمارے پاس اچھے اچھے رشتے آئے لیکن نسبت طے نہ ہوسکی اور اب جلابیب کو کیسے ہم اپنی بیٹی دے دیں۔ بیوی نے کہا آپ ﷺ جا کر انکار کردیں۔ میاں بیوی کی تمام گفتگو ان کی بیٹی سن رہی

Marfat.com

تھی۔ اس نے دیکھا کہ میرے ماں باپ تاجدار انبیاء ﷺ کو انکار کہنے والے ہیں تو فوراً ماں باپ کے سامنے آئی اور کہا: کیا محمد ﷺ کو انکار کردیں گے۔ آپ جانتے نہیں کہ محمد ﷺ کی اطاعت تو اللہ کی اطاعت ہے۔ اگر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی بات ٹھکرا دی تو اس سے بڑی سیاہ بختی کوئی نہ ہوگی۔

ماں باپ نے بھی کہا: بیٹی ٹھیک کہتی ہے۔ جب انصاری آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہاں کردی تو پھر آپ ﷺ نے اس صالحہ فرمانبردار لڑکی کا نکاح جلابیب رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ آپ ﷺ نے اس نئے جوڑے کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! اس گھرانے پر اپنا فضل بارش کی طرح برسا دے اور ان کی زندگی کو سہل، خوش وخرم بنا دے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمت کے خزانوں کا منہ کھول دیا اور انواع و اقسام کی نعمتوں کی بارش کردی۔

جلابیب رضی اللہ عنہ بھی بھرپور تیاری کے ساتھ لشکر محمد ﷺ میں شامل ہوگئے۔ جب مسلمان خالد بن ولید کے حملے کی شدت کو برداشت نہ کرسکے اور ان کے قدم اکھڑ گئے تو جو جانثاران مصطفیٰ آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال کر جانوں کی پروا کیے بنا لڑے، ان میں آپ کا پیارا صحابی جلابیب رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ اللہ اکبر! جلابیب نے ایسی جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کیا۔ آپ لڑتے رہے اور دشمن کو دنداں شکن جواب دے کر ان کے عزائم کو خاک میں ملاتے رہے اور پھر اسی طرح لڑتے ہوئے اپنے رب کی جنتوں کے مہمان بن گئے۔

جب مشرکین میدان چھوڑ کر مکہ کی راہ ناپنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی لاشوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ تمام شہداء کی لاشیں جمع ہوگئیں لیکن جلابیب رضی اللہ عنہ کی کچھ خبر نہ تھی آپ ﷺ نے ان کو یاد کیا اور انھیں بھی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ تلاش بسیار کے بعد ان کی لاش سارے کافروں کے درمیان پڑی تھی۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے جلابیب رضی اللہ عنہ نے سات کافروں کو جہنم رسید کیا اور پھر شہید ہوئے۔ فرمایا: جلابیب! تم میرے ہو اور میں تمھارا ہوں۔

Marfat.com

آغوش رحمت عالم ﷺ میں جنت کی مہک پالی

جنگ احد میں مسلمان غلطی کر بیٹھے اور پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمنوں نے حضور اکرم ﷺ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ عدو اسلام تو نبی ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ پر سنگ باری شروع کر دی۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی ﷺ کی پیشانی، ابن ہشام کے پتھر سے آپ ﷺ کا بازو زخمی ہو گئے اور عتبہ کے پتھر سے آپ ﷺ کے چار دانت شہید ہو گئے۔ نبی ﷺ ایک غار نما گڑھے میں گر گئے۔ ایک کافر نے زور سے پکارا مجھے بتاؤ محمد ﷺ کدھر ہیں۔ اگر وہ بچ گئے تو اللہ کرے میں زندہ نہ رہوں۔ اس کی پکار اور چیلنج کو سن کر سپہ سالار اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو آج مجھ پر اپنی جان فدا کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سن کر حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ اپنے دیگر انصاری صحابہ سمیت آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے دفاع کے لیے سد سکندری بن کر ڈٹ گئے۔ کافروں نے نبی ﷺ کو شہید کرنے کے لیے تیروں کی بارش شروع کر دی لیکن رسول اللہ ﷺ کے فداکاروں نے بھی فداکاری کی حد ختم کر دی۔ یہ جانثاران مصطفیٰ ﷺ تیر اپنے جسموں سے روکتے روکتے پے در پے شہید ہونے لگے۔ آخر میں حضرت زیاد ابن السکن رضی اللہ عنہ اپنے ملجا و ماویٰ محبوب آقا ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ دشمن تیر برساتے رہے اور زیاد اپنے جسم پر انھیں روکتے رہے، ان کا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ خون کے فوارے بہہ پڑے تو زیاد بے بس ہو کر گر پڑے لیکن دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس دفاع کے دوران مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ گئی جس نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے مضبوط حصار میں لے لیا اور کامیابی سے محمد رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے نرغے سے نکال لیا۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں پڑے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ الوداعی سانس تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فداکار کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

Marfat.com

کو حکم دیا کہ زیاد کو میرے قریب کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں اس انداز سے آپ ﷺ کے قریب کیا کہ ان کا سر آپ ﷺ کے زانوئے مبارک پر رکھا تھا۔ آقا کی گود میں زیاد چند سانوں کے مہمان تھے۔ مگر وہ اپنی خوش نصیبی پر شاداں و فرحاں تھے کہ جان تو جانی ہی ہے لیکن یہ جان محمد ﷺ کی گود میں سر رکھے ہوئے جائے تو کتنی خوش نصیبی کی بات ہے۔ بالآخر آپ رضی اللہ عنہ اسی طرح گود میں سر رکھے ہوئے اپنے رب کی جنتوں کے مہمان بن گئے۔ نبی مکرم ﷺ آپ کی اس دنیا سے رخصتی پر آبدیدہ ہو گئے۔

Marfat.com

لوگ مال و دولت لے گئے اور انصار محمد ﷺ کو لے جائیں گے

طائف کے محاصرہ کے بعد نبی مکرم ﷺ جعرانہ میں تشریف فرما ہوئے اور مال غنیمت کی تقسیم شروع کردی۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ (چھ کلو چاندی) ایک سو اونٹ عطا کیے۔ اس نے کہا: میرا بیٹا یزید؟ آپ ﷺ نے اسے بھی اتنا ہی دیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: اور میرا بیٹا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ آپ ﷺ نے اسے بھی اتنا ہی دیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو ایک سو اونٹ دیئے گئے۔ اس نے مزید سو اونٹوں کا سوال کیا تو اسے پھر سو مل گئے۔ صفوان بن امیہ کو تین سو اونٹ دیے اور بہت سے رؤساء قریش کو اسی طرح نوازا گیا۔

اس کے بعد پچاس پچاس اور چالیس چالیس اونٹ دیئے گئے۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ محمد ﷺ اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انھیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں رہتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر چوپائے ہوں تو انھیں بھی تم پر تقسیم کردوں گا۔ پھر مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل اور نہ جھوٹا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹ کی کوہان سے کچھ بال لیے اور چٹکی میں رکھ کر بلند کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! واللہ! میرے لیے تمھارے مال میں سے کچھ نہیں حتی کہ بال بھی نہیں اور خمس بھی تم پر ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔ رؤساء کو نوازنے کے بعد نبی ﷺ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ مال غنیمت اور فوج کو یکجا کر کے لوگوں پر غنیمت کی تقسیم کا حساب لگائیں۔ اس طرح ایک فوجی کے حصے میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں۔ جو شہسوار تھے انھیں بارہ بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں فی کس کے حساب سے ملیں۔

Marfat.com

سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ قریش کو تو مالا مال کر دیا گیا لیکن انصار مدینہ کو اس سے کچھ بھی نہ ملا۔ اس صورتحال پر انصار نے اندر اندر ہی پیچ وتاب کھایا یہاں تک کہ کسی کہنے والے نے کہا: محمد اب اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انصار کے نالاں ہونے کے بارے میں آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سعد! تمھارا کیا خیال ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! میں بھی اپنی قوم کا ہی ایک فرد ہوں۔ آپ ﷺ نے جب انصار کی یہ بے چینی دیکھی تو انھیں علیحدہ مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ تمام انصار یہاں پہنچ گئے۔ ان میں کچھ مہاجرین بھی آ گئے لیکن اس کے بعد کسی کو آنے کی اجازت نہ دی گئی۔

نبی مکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

انصار کے بھائیو! تمھاری یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں جو میرے علم میں آئی ہیں؟ اور کیا ناراضگی ہے جو جی ہی جی میں تم مجھ پر محسوس کر رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ میں تمھارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمھیں ہدایت دی۔ تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے تمھیں غنی کر دیا۔ تم باہم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل جوڑ دیئے۔ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، اللہ اور رسول ﷺ کا بڑا افضل ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: انصار مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے کہا: بھلا ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو! اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمھاری بات سچ مانی جائے گی کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے کہ آپ ﷺ کو جھٹلایا گیا تھا ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ بے یار ومددگار تھے، ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ آپ ﷺ کو دھتکار دیا گیا اور ہم نے آپ ﷺ کو ٹھکانہ دیا۔

اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لیے ناراض ہو گئے جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کا دل جوڑا تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمھارے اسلام کے حوالے کر دیا۔ اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر

Marfat.com

جائیں اور تم محمد رسول اللہ ﷺ کو لے کر جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو محمد ﷺ بھی انصار کے ہی ایک فرد ہوتے۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر، ان کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما۔

جب آپ ﷺ یہ کلمات ادا کر رہے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر اور آپ ﷺ کی گفتگو سن کر انصار بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے قاصد اعظم

نبی مکرم ﷺ نے جب شاہان عصر حاضر کو دعوتی خطوط ارسال کیے تو قیصر کے مقام و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نامہ مبارک لے کر بادشاہ قیصر روم سے ملے۔ اس وقت قیصر روم بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ قیصر روم نے نبی ﷺ کے سفیر کے اعزاز میں نہایت شاندار دربار منعقد کیا اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کیں۔ اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کے لیے ضروری سمجھا کہ مکہ کے کسی باشندے سے تحقیقات کرے۔ اتفاقاً اس وقت کا سب سے بڑا دشمن اسلام ابوسفیان وہاں موجود تھا، اسے دربار میں لایا گیا اور اس سے قیصر کا طویل مکالمہ ہوا۔ مکالمے کے بعد ہرقل نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: میں سمجھتا تھا کہ آخری نبی ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں ہوگا۔ اگر ابوسفیان نے سچ سچ جواب دیا تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوں مالک ہوگا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی ﷺ کے پاؤں دھویا کرتا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر رب کے حضور دعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ! دحیہ کو اسلام کی دولت عطا فرما۔ اللہ ذوالجلال نے اپنے محبوب کے اٹھے ہاتھوں کو سند قبولیت عطا کی۔ اللہ ذوالجلال نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے دل کو اسلام کے لیے نرم و ملائم کر دیا اور دحیہ رضی اللہ عنہ کے رغبت اسلام کی خبر حضور ﷺ تک پہنچا دی۔ دحیہ رضی اللہ عنہ کو قبولیت اسلام کے شوق و ذوق نے بے چین و بے قرار کر دیا تو ان کے قدم خود بخود دربار مصطفوی ﷺ کی جانب اٹھنے لگے۔ جب دحیہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی کمر مبارک سے چادر مبارک اتار کر زمین پر بچھائی اور دحیہ رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے جب اپنی اتنی

Marfat.com

تعظیم وتکریم دیکھی تو خوشی سے رونے لگ گئے اور چادر مبارک کو اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگانے لگے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: مجھے اسلام میں داخل فرمالیجیے۔ نبی ﷺ نے کلمۂ شہادت پڑھایا تو دحیہ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور اللہ کے رب ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دے رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو فرمایا:

اے دحیہ رضی اللہ عنہ! تمھارا یہ رونا اسلام قبول کرنے کی خوشی ہے یا کہیں اس کا کوئی اور سبب ہے؟ دحیہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! میں بہت زیادہ گناہگار اور سیاہ کار وخطا کار ہوں، میں اپنی قوم کا سردار تھا، مجھے یہ پسند نہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں کا بیٹا دحیہ رضی اللہ عنہ کا داماد بن گیا۔ میرے لیے اور قوم کے لیے باعث عار تھا۔ میں اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا۔ شیطان نے ہمیں گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل رکھا تھا۔ میں بے رحم، سنگ دل اور شقی القلب شخص تھا۔ جس نے اپنی قوم کی ستر بیٹیوں کا اپنے ہاتھوں سے گلا دبا کر قتل کر دیا۔ میرے رونے کا سبب یہی ہے کہ کیا مجھ جیسے عاصی وخاطی کے لیے بھی دربار الٰہی میں بخشش، درگزر اور غفران ومغفرت ہے۔

اس موقع پر جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں دحیہ سے کہہ دو کہ جب میں نے تیرے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے تیرا ساٹھ سال کا کفر معاف فرمادیا ہے تو پھر میں تیری ستر بیٹیوں کا قتل کیوں معاف نہیں کروں گا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ بات سن کر حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رو پڑے۔

Marfat.com

والدہ محترمہ کی قبر پر رسول اللہ ﷺ کے بے اختیار آنسو

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ جب یہ اجازت مرحمت فرمادی گئی تو آپ ﷺ والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے ابواء تشریف لے گئے۔ ممتا کی محبت نے جوش مارا تو قبر کے ساتھ بیٹھ کر آپ ﷺ بے ساختہ رو پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ بھی اس رقت انگیز ماحول میں رونے لگے۔ اس حدیث کی راوی بریدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اتنا روتے کبھی نہ دیکھا جتنا آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر روئے۔

Marfat.com

یارِ غار کی حالت نہ دیکھی گئی

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط بد بخت آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی کریم ﷺ سجدے میں گئے تو چادر کو حضور اکرم ﷺ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ در پیچ دینے شروع کر دیئے۔ بل دینے سے رسی کا گھیرا آپ ﷺ کی گردن کے گرد تنگ ہونے لگا۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ نبی ﷺ کی اس حالت کی خبر آپ ﷺ کے رفیق غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے چلے آئے اور عقبہ بد بخت کو ہٹا کر یہ آیت ربانی تلاوت فرمائی:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾

[غافر: ۲۸]

''کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے اور تمھارے پاس اپنی روشن دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب عقبہ کو پیچھے ہٹایا اور آپ ﷺ کی گردن مبارک سے رسی نکالی تو قریش نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنالیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو بیدردی سے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ ظالموں نے انھیں اس قدر مارا کہ آپ رضی اللہ عنہ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ عقبہ بن ربیعہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر بے تحاشا تھپڑ مارے۔ آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش پڑے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تمیم کو خبر ہوئی اور وہ دوڑے چلے آئے۔ انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور آپ کے گھر پہنچایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ابا جان جب زخمی حالت میں گھر لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بہت سنگین حالت تھی جس

Marfat.com

جگہ ہاتھ لگتا وہاں سے ان کے بال جھڑ جاتے تھے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب ہوش آیا تو زبان پر سب سے پہلے جو کلمہ تھا وہ یہ تھا کہ مجھے بتاؤ میرے آقا محمد ﷺ کس حال میں ہیں؟ آپ کے لب سے یہ بات سن کر آپ کے قبیلے کے وہ لوگ جو ابھی کافر تھے کہنے لگے: افسوس ہو تم پر! تم خود اس حال میں ہو اور تمھیں محمد ﷺ کی پڑی ہے۔ وہ تمام لوگ غصے کی حالت میں ان کی ماں ام الخیر سے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جب تک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑتے ان کا بائیکاٹ کرو۔ انھیں کچھ کھانے پینے کو نہ دو۔ وہ حیران تھے کہ انھیں محمد ﷺ کی وجہ سے مار مار کرادھموا کر دیا گیا لیکن پھر بھی لب پر صرف محمد محمد ہے۔

ان کے قبیلے کے لوگ جب چلے گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے فرمایا کہ مجھے کچھ نبی اکرم ﷺ کی خبر لا دو۔ ماں کہنے لگیں: آپ کو درد کی وجہ سے شدید تکلیف ہے، آپ پہلے کچھ کھا پی لیں اس کے بعد نبی ﷺ کی خبر گیری کریں گے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہ لگاؤں گا اور پانی کا ایک گھونٹ بھی اپنے اندر نہ انڈیلوں گا جب تک اپنے آقا کی سلامتی کی خبر نہ پالوں اور آپ ﷺ کی زیارت نہ کرلوں۔ اس کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ماں سے کہا: ام جمیل فاطمہ بنت عمر سے کچھ معلوم کرو۔ وہ فاطمہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے کچھ بتانے کی بجائے بہتر خیال کیا کہ خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلی جائیں۔ چنانچہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ بالکل ٹھیک ہیں اور اس وقت آپ ﷺ دار ارقم میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود ہیں۔ دار ارقم صفا کے پہاڑی سلسلے پر حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا جو ایک مضبوط قلعے کی طرح تھا۔ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے فیض بے کراں سے اپنے دامن میں خیر و برکت سمیٹتے تھے۔ یہیں نوآموز تشریف لاتے تھے۔ یہ قریش

Marfat.com

سے محفوظ ایک بہترین ٹھکانہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زخموں سے چور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ آقا کی زیارت کے شوق میں اپنی ماں ام الخیر کے سہارے دار ارقم میں تشریف لائے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ سے لپٹ کر رونے لگے۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین کے رونے سے ہنڈیا ابلنے جیسی آواز آتی

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد مجتبیٰ ﷺ کو جو اعزازات عطا کیے وہ کسی دوسرے نبی کو نہیں مل سکے۔ دیگر انبیاء اپنے اپنے علاقوں اور قوموں تک محدود رہے۔ مگر آپ ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر آئے۔ اللہ ذوالجلال نے آپ ﷺ کو معراج اور سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی۔ آپ ﷺ نے جنت اور جہنم بھی دیکھی۔ آپ ﷺ نے وہاں ابوثمامہ عمرو بن مالک کو جہنم میں دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا۔ جب کافر اس جہنم میں پھینکے جائیں گے تو وہ جہنم کے دھاڑنے کی ہولناک آوازیں سنیں گے۔ جہنم جوش کھا رہی ہوگی اور غصہ کے مارے ایسے لگے گا کہ ابھی پھٹ جائے گی۔ اس کا غیظ وغضب کتنا شدید ہوگا۔ رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں یہ ہولناک مناظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾[المؤمنون: 104]

”آگ ان کے چہروں کو چاٹ جائے گی اور ان کے جبڑے نکل آئیں گے۔“

اسی طرح فرمایا: ”یہ جہنم کھال تک ادھیڑ دے گی۔“

ان المناک مناظر اور جہنم کے خوف سے حضور اکرم ﷺ اپنی امت کو بار بار ڈرا رہے ہیں۔ امت کے غم میں گھل رہے ہیں۔ حضرت مطرف جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، ان کی یہ روایت ابوداؤد میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ کے سینے میں رونے کی وجہ سے چکی چلنے اور ہانڈی ابلنے جیسی آواز آرہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نمازوں میں خشوع وخضوع، عجز وانکساری، یکسوئی اس قدر ہوتی کہ آپ ﷺ کو دنیا ومافیہا کی کچھ خبر نہ ہوتی۔ جب بھی عذاب کی کوئی آیت آتی تو دیر تک آپ ﷺ پہ خوف الٰہی کے ساتھ رقت طاری ہوتی۔ آپ ﷺ اللہ کے عذاب سے پناہ

Marfat.com

مانگتے رہے۔

اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی لمبی نفلی نماز پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک پر سوجن آجاتی۔ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک دیکھ کر عرض پرداز ہوئے۔

یارسول اللہ ﷺ! اللہ ذوالجلال والاکرام نے آپ ﷺ کی تمام کردہ وناکردہ لغزشیں معاف فرمادی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ریاضت، جفاکش وجان فشانی کی راہ اختیار فرمائی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی نعمتوں کو نچھاور کردیا اور عظیم الشان انعام کیا تو میں اس کا شکر گزار کیوں نہ بنوں۔

Marfat.com

معراج کی رات

نبی ﷺ کی دعوت وتبلیغ روزافزوں ترقی پارہی تھی اور کارروان شوق میں دن بدن اضافہ ہورہا تھا۔ جس قدر دعوت میں تیزی آرہی تھی اسی قدر کفار کے جبر وتشدد، ظلم وستم اور وحشیانہ ہتھکنڈوں میں اضافہ ہورہا تھا۔ ایسے میں اللہ ذوالجلال نے اپنے نبی ﷺ کے پائے ثبات کو مستحکم کرنے کے لیے اپنے بندے کو رات کی تنہائیوں میں اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کیا۔ قرآن حکیم کی سورۂ بنی اسرائیل جس کا دوسرا نام اسراء ہے، میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o﴾ [بنی اسرائیل: 1]

"پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے بہت برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

اسراء وہ زمینی سفر ہے جو مسجد حرام سے دور کی مسجد یعنی اقصیٰ تک ہوا۔ اقصیٰ یروشلم یا فلسطین میں واقع ہے۔ آج یہ مسجد اسلام کے بدترین دشمنوں یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ جو اس کے نام ونشان کو مٹا کر یہاں ہیکل سلیمانی بنانا چاہتے ہیں۔ اس مسجد سے نبی مکرم ﷺ رات کے اس قلیل حصے میں البراق کے ذریعے آسمان دنیا کی طرف محو پرواز ہوئے۔ پہلے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ دوسرے پر یحییٰ علیہ السلام اور

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام، تیسرے پر یوسف علیہ السلام، چوتھے پر ادریس علیہ السلام، پانچویں پر ہارون علیہ السلام، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے آپ ﷺ کو مبارک باد دی اور سبھی نے آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ اس سفر میں شق صدر (سینہ چیرنے) کا واقعہ بھی پیش آیا۔ نمازوں کا تحفہ ملا۔ آپ ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے دودھ لینا پسند کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی۔

نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے: میں نے جہنم دیکھی اور اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے جہنم میں عورتوں کی اکثریت دیکھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کیوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے شوہروں کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کیا کرو۔ میں نے جہنم میں دیکھا ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ عورتوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لعنت بہت زیادہ کرتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنمی عورتوں کی ایک قسم ایسی دیکھی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔ دوسری مردوں کو بہکانے والی اور بہکنے والی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ان عورتوں کو دیکھا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں، یعنی زنا سے حاملہ ہوتی ہیں۔ لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انھیں آسمان وزمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ عورتوں کو جب وعظ فرماتے تو انھیں آخرت کی یاد دلاتے اور جہنم کے عذاب کی وعید سناتے تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے۔ اسی طرح ایک روز آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آپ ﷺ کی محبوب بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں تو آپ ﷺ جہنم میں عورتوں کی کثرت کو یاد کر کے رو دیے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مغموم ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ سے رونے کا سبب جانا تو آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ! میں نے معراج کی رات عورتوں کی اکثریت کو مختلف

Marfat.com

عذابوں میں گرفتار دیکھا ہے۔ ایک عورت جس کو اس کے بالوں سے باندھ کر لٹکایا گیا تھا اور اس کا دماغ کھول رہا تھا، یہ عورت اپنے بالوں کو غیر محرم مردوں سے چھپانے کا اہتمام نہ کرتی تھی۔ ایک اور بدبخت عورت کو دیکھا اس کے ہاتھ اور پاؤں پیشانی کے قریب بندھے تھے اور اس پر سانپ اور بچھوؤں کی یلغار تھی جو اسے کاٹ رہے تھے اور ڈنک رہے تھے اور یہ عمل مسلسل جاری تھا۔ یہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر کی دہلیز سے باہر قدم رکھتی تھی۔
آپ ﷺ نے اسی طرح روتے ہوئے فرمایا: ایسی بدنصیب بھی دیکھی جس کے جسم کو آگ کی قینچی سے کاٹا جا رہا تھا۔ ایسی عورتیں جو اپنے حسن و جمال کا چرچا اور اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں، لباس پہن کر بھی بے لباس ہوتی ہیں۔

Marfat.com

امت کا فکر

قرآن حکیم میں جہاں جہاں جہنم کا تذکرہ ہوا، وہیں اہل ایمان کو جنت کی بشارتیں دی گئیں۔ جہاں جہاں جہنم کے عذاب کے سوہان روح تذکرے دوزخیوں کے لیے ہوئے وہاں وہاں رب تعالیٰ نے جنت کی نہروں، چشموں، میوہ جات، باغات، انعامات اور سوغات و عطیات کا بھی ذکر کیا ہے۔ جہنم کے ششدر و مبہوت کر دینے روح فرسا عذاب کا ذکر احادیث رسول ﷺ میں بھی آیا ہے۔

مثلاً جہنمیوں کو منہ کے بل چلایا جائے گا، جہنمیوں کے جسم کی کھال گل جائے گی تو اور کھال دے کر عذاب مسلسل دیا جائے گا۔ جہنمیوں کے چہروں ے کھال اتر جائے گی اور دانت نکلے ہوئے ہوں گے۔ متکبر جہنمیوں کو چونٹیوں کی مانند حقیر جسم دیا جائے گا۔ جہنم کے عذاب سے جہنمی جل کر کوئلے ہو جائیں گے۔ جہنمیوں کے لیے یہاں جو کھانا ہوگا، اس کا تصور بھی کرنے سے خوف آتا ہے۔ ان کی ضیافت زقوم (تھوہر ڈنڈا) سے ہوگی۔ اس کے بعد کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ جہنمیوں کے جسم سے بہنے والا غلیظ اور گندہ مادہ پینے کو ملے گا۔ کانٹے دار گھاس ملے گی۔ زخموں سے بہنے والی پیپ ماء کالمھل یعنی تیل کی تلچھٹ جیسا گرم پانی، غساق زہریلا بدبودار مشروب ماء حمیم ملے گا۔ ان کو کھولتے پانی میں پھینک دیا جائے گا۔ جہاں ان کے گردے، چربی پیٹ کے اندر آنتیں سب جل جائے گا۔ اسی طرح اور اس سے بھی وحشت ناک عذاب اور ایذائیں دی جائیں گی۔

نبی مکرم ﷺ نے ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت کو بچنے کی تاکید کی۔ انھیں منکرات سے بچنے اور معروف پر چلنے کی رہنمائی کی۔ آپ ﷺ خود بھی راتوں کو اٹھ کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔ قیام کرنے سے آپ ﷺ کے پاؤں اور گریہ زاری

Marfat.com

سے آنکھیں سوجھ جاتی تھیں۔ایک دفعہ کا احوال ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ رات کو بیدار ہوئے۔آپ ﷺ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے۔پھر آسمان کی طرف دیکھ کر آل عمران کی 189 سے 193 تک آیات تلاوت فرمائیں۔

''بلاشبہ آسمان وزمین کی خلقت میں اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اہل دانش کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور ان کے لیے جو کھڑے، بیٹھے لیٹے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان اور زمین کے بنانے پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ان کی یہ دعا ہوتی ہے۔اے پروردگار! تو نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں پیدا کیا۔تو اس بت سے پاک ہے کہ کوئی لغو کام کرے۔یارب العالمین ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔جس کو تو نے نار جہنم میں ڈالا تو بلاشبہ اس کو تو نے رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔اے ہمارے رب! ہم نے ایک ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلا رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا لوگو! اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں موت اپنے وفادار بندوں کے ساتھ دے۔اے ہمارے رب! ہمیں وہ کچھ عطا کر جس کا تو نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی ہم سے وعدہ کیا اور قیامت کے دن ہمیں ذلت وخواری نصیب نہ کرنا۔بلاشبہ تو ہی ہے کہ تیرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوسکتا۔

مومنوں کی اس دعا کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس سے متصل 194 آیت سے 200 تک میں دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے، گھروں سے نکالے گئے، ستائے گئے، جہاد فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور شہادت کا جام پی لیا۔ایسے لوگوں سے جنت کے باغات، نہروں اور محلات کے وعدے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح اہل کتاب میں سے بھی کچھ لوگ ہیں جو اللہ کو رب مانتے ہیں۔اس کتاب پر جو تمہاری طرف بھیجی گئی اور تم سے پہلے نازل ہوئیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

Marfat.com

جبرئیل امین علیہ السلام سے جہنم کا حال سن کر آقا دو جہاں رو پڑے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ آرام فرما رہے تھے تو جبرئیل علیہ السلام کی آمد ہوئی۔ آپ ﷺ نے متفکرانہ انداز میں فرستادہ روح الامین حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے بدلے تیور دیکھے تو فرمایا: اے جبرئیل! میں آپ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور آثار میں تفاوت دیکھ رہا ہوں۔ آج کیا ماجرا ہے؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنم دھونکنے کا حکم دیا۔ میں اسے دیکھ کر آیا ہوں۔ جہنم کے خوفناک مناظر سے مجھ پر خوف طاری ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے جب یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا: مجھے بھی ان مناظر کا احوال بتائیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں حکم دیا تو اسے ایک ہزار سال تک سوختہ و گداختہ کیا گیا تو وہ بالکل سفید ہوگئی۔ عرش بریں سے پھر حکم ملا کہ مزید ہزار سال تک دھکایا جائے۔ چنانچہ مزید ہزار سال تک سلگایا گیا تو وہ لال گلگوں ہوگئی۔ تیسری دفعہ پھر خالق ارض وسماء کا فرمان جاری ہوا کہ جحیم کو مزید الف سنہ تک آتش زدہ کیا جائے۔ تیسری بار جب مطیع و منقاد اہلکاران دارالبرار نے تعمیل حکم کی تو نرک بے نور و تیرہ ہوگئی۔ اب اس کی چنگاریوں میں وہ جوش و تپش نہ رہی اور نہ ہی شعلے بجھ کر ٹھنڈے ہوئے۔

اللہ کی قسم! جس رب نے آپ ﷺ کو اپنا سچا پیامبر بنا کر بھیجا ہے! اگر جہنم میں ایک سوئی برابر سوراخ کر دیا جائے تو اس کی حدت و گرمی سب کو ہلاک کر دے گی اور اگر جہنم کا

Marfat.com

ایک داروغہ اہل زمین کی طرف جھانک لے تو اس کی کریہہ شبیہ، خوفناک شکل اور اس کی بوئے خراب، تعفن وعفونت کے سبب کرۂ خاک کے تمام باسی صور اسرافیلی کے پھونکے جانے سے پہلے موت کے منہ میں چلے جائیں۔ جبرئیل امین نے جہنم کی مزید تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا: اگر دوزخ کی کسی زنجیر کی ایک کڑی کو اس سنسار کے کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پارہ پارہ ہو جائے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان مبارک سے دوزخ کی ہولناکی کی سرگزاشت سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برکھا جاری ہوگئی جو رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! بس کیجیے، کہیں آپ ﷺ کے آنسوؤں کو دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔

جبرئیل علیہ السلام جہنم کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بھی زاروقطار رو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین کو روتے دیکھا تو فرمایا: اے جبرئیل! تم بھی روتے ہو، حالانکہ تمہیں تو اپنے رب سے بہت قرب حاصل ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں تو رونے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ کیا خبر میرا رب مجھے بھی ابلیس کی طرح آزمائے اور مجھے یہ بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ہاروت وماروت کی طرح آزمائش کرلے۔ اگر میری آزمائش ہوگئی تو میں...... یہ سن کر جبرئیل علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ دونوں روتے رہے۔ یہاں تک کہ غیب سے ایک آواز آئی: اے جبرئیل اور اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو امن دے دیا ہے اور آپ سے کبھی نافرمانی کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

جب جبرئیل امین علیہ السلام واپس چلے گئے تو آپ ﷺ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہنس رہے ہو اور تمہارے پیچھے جہنم ہے، جو کچھ میں جہنم کے بارے جانتا ہوں اگر تم جان لو تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ بلکہ کھانا پینا چھوڑ کر رب کے حضور گر جاؤ۔

Marfat.com

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا کا دردناک مرثیہ اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک آنسو

ایک طرف باپ تھا تو دوسری طرف بیٹا تھا۔حق کا علم اگر بھتیجے نے تھام رکھا تھا تو گمراہی کا جھنڈا چچا کے ہاتھ میں تھا۔ان رشتوں ناطوں میں اگر کوئی چیز حد فاصل تھی تو وہ حق اور کفر کی تفریق تھے۔ایک طرف قرآن وسنت کی روشنی سے معمور دل تھے تو دوسری طرف شرک وبت پرستی کی تاریکیوں سے مغموم اندھیرے تھے۔قریش کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اسلام نے باپ اور بیٹے کو جدا کر دیا ہے۔نضر بن حارث جو سیاہ دل کافر تھا لیکن اس کی بیٹی حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا کا دل نور اسلام سے منور تھا۔نضر بن حارث بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو آپ ﷺ کو بڑھ چڑھ کر تکالیف دیتے تھے اور سائے کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے کہ آپ ﷺ کسی کو دعوت حق سنا نہ سکیں۔نضر بن حارث کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ ایران سے بہت سے قصے کہانیاں لے کر آیا اور انھیں قرآن کے مقابلے میں پیش کرتا۔اگر کوئی شخص اسلام کی طرف مائل ہوتا اور اسے خبر ہو جاتی تو یہ اسے اپنے گھر لاتا جہاں اس کی لونڈیاں ناچ گا کر اس کو بے حیائی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتیں اور اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتیں۔

نضر بن حارث نے نبی مکرم ﷺ پر جبل حجون کی گھاٹی پر حملہ کیا۔اس کے ارادوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نبی مکرم ﷺ کو قتل کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس نور کو کفار کے مونہوں کی پھونکوں سے محفوظ رکھے گا۔بلکہ جو نور ہدایت کو بجھانے پر کمر بستہ ہیں،ان کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔

Marfat.com

نضر بن حارث بھی بدر میں لڑنے آیا تھا۔ جب لڑائی کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو گیا تو اسے ایک مسلمان نے قیدی بنا لیا۔ جب اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نضر کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ اگر وہ فدیہ بھی دے تو اس کو قتل ہی کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس کا قصہ تمام کر کے اسے جہنم رسید کر دیا۔

اس کے قتل کی خبر جب اس کی مومن بیٹی کو پہنچی تو اس نے اپنے باپ کے قتل پر بہت المناک مرثیہ لکھا۔ جب یہ مرثیہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا گیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اشعار مجھ تک نضر کے قتل سے پہلے پہنچ جاتے تو میں اس کو قتل نہ کرواتا۔

Marfat.com

زندہ در گور کی گئی لڑکی سے سوال ہوگا
تو کس جرم میں قتل کی گئی

عرب کے جاہلی معاشرے میں جہاں اور بہت سی برائیاں تھیں وہاں بیٹیوں کو قتل کرنا بھی شامل تھا۔ یہ بدبخت ظالم وسخت دل اپنے ہاتھوں سے رحمت خداوندی کو زمین میں گاڑھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا اسلام ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو دورِ جاہلیت میں کیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنی جاہلیت کی زندگی کا کربناک واقعہ سنایا اور اس انداز میں اس کی منظر کشی کی کہ نبی رحمت ﷺ سمیت پوری مجلس پر گریہ طاری ہوگیا۔

اعرابی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم ایسے لوگ تھے جو حرام کھاتے اور حرام کاری میں ملوث تھے۔ قتل وغارت گری، ڈاکہ زنی، لوگوں کے حق مارتے تھے، بتوں کے سامنے اپنی جبین کو جھکاتے اور اپنی بیٹیوں کا گلا گھونٹنا ہم اپنی غیرت سمجھتے تھے۔

اس اعرابی نے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی کی نعمت عطا کی۔ جب میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی دی ہے تو میرا چہرہ اتر گیا۔ خوشی غم میں تبدیل ہوگئی۔ بہرحال یہ بچی میرے گھر میں پلتی رہی۔ اس کی توتلی باتیں بہت دل کو بھانے والی ہوتیں۔ جب یہ بچی چلنے پھرنے اور دوڑنے لگی تو میری غیرت جاہلانہ میرے اندر عود کر آئی۔ شیطانیت نے مجھ سے انسانیت کا درد چھین لیا اور مجھے درندہ بنا دیا۔ میں نے ایک روز اپنی بیٹی کو جو مجھ سے بہت مانوس تھی، جب بھی گھر آتا مجھے بابا بابا کہہ کر مجھ سے لپٹ جاتی تھی، لے کر اپنی زمین کی طرف چل دیا۔ جب میں کنویں کے پاس پہنچا تو میری بیٹی بھی

Marfat.com

میرے ساتھ پہنچ گئی۔ جونہی ہم کنویں کے قریب ہوئے تو میں نے اس ہنستے مسکراتے پھول کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور اسے اندھے کنویں میں پھینک دیا۔ موت وحیات کی کشمکش میں اس کی چیخیں مجھے سنائی دیتی رہیں۔ لیکن میں تو اس قدر سنگ دل تھا کہ مجھے کسی بات کا اثر ہی نہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی بے حسی کی داستان سنی تو آپ ﷺ رو پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ نے کہا: تم نے رسول اللہ ﷺ کو مغموم کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ اس سے ناراض نہ ہوں اس کو بیان کرنے دیں۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا: دوبارہ اس درد وغم میں ڈوبی داستان کو بیان کرو۔ اب اس نے شروع سے دوبارہ اپنا واقعہ سنانا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سن کر ہچکی بندھ گئی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس اندوہناک واقعہ پر رونے لگے۔

Marfat.com

قحط کی تباہی اور دربار نبوی ﷺ میں کفار کی دہائی

آپ ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جنھوں نے اہل عالم بلکہ عالم درعالم کی بہبود، رفاہ وفلاح، خیرو صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلاشائبہ غرض اور بلاآمیزش طمع اپنی مقدس کوصرف کیا۔ آپ ﷺ نے بندوں کوان کے رب سے ملایا۔ آپ ﷺ نے دل کو پاک، روح کوروشن، دماغ کودرست اور طبع کوہموار کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیم نے امن عامہ کومستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا۔

آپ ﷺ کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کوگلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کوسلطانی اور بادشاہوں کواخوانی سکھائی۔ غرض آپ ﷺ غریبوں کے محبؐ، مسکینوں کے ساتھی، شاہوں کا تاج، یتیموں کاسہارا، غلاموں کے محسن، بے آسروں کے آسرا، بے خانماؤں کاماویٰ تھے۔ دردمندوں کی دواتھے۔ آپ ﷺ صدق کامنبع اور صبر کامعدن تھے۔ اگررحمۃ للعالمین کے لقب سے آپ ﷺ ملقب نہ ہوتے تو اورکون ہے جو یہ اعزاز پاسکتا تھا؟ جان کے دشمن اہل مکہ پرجب قحط سالی کاکوڑا برسا توان کاساراتکبر، چوہدراہٹ، اکڑفوں ہوگئی۔ بڑے بڑے سردارمردوں کی ہڈیاں کھانے اور پتے چبانے پرمجبور ہوگئے۔ کعبہ میں رکھے بتوں کی حاجت روائی سے مایوس ہوکراس نبی ﷺ کی چوکھٹ کی طرف دوڑے چلے آئے جواپنے جوتے کے ٹوٹے ہوئے تسمہ کے لیے بھی رب کے حضور دعا کرتا ہے۔

سرداران قریش نے حضوراکرم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوکرگزارش کی کہ آپ ﷺ کی قوم کوقحط نے تباہ کردیا۔ مکہ کی معیشت کی کمرٹوٹ چکی ہے۔ آپ ﷺ صادق وامین ہیں۔ آپ غمگینوں کے غمگسار ہیں۔ ہم آپ سے بھلائی کی توقع اورامید رکھتے ہیں۔ مکہ پرقحط اور خشک سالی کاحال سن کرآپ ﷺ کادل پسیج گیا۔ مکہ کی گلیاں، بازار اور کعبہ کی رونقیں چشم

Marfat.com

آ ہو میں گھومنے لگیں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ نہیں کہا کہ آج تم ہڈیاں اور پتے کھانے پر مجبور ہوئے ہو تو ذرا اپنی آمریت کا وہ بدترین دور بھی یاد کرو جب تمہارے بائیکاٹ سے بنو ہاشم بھی چمڑے اور پتے کھانے پر مجبور ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ان سے یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ تم تو میری جان کے درپے تھے، میرے لہو کے پیاسے تھے، تم نے مجھے اندوہناک طریقے سے مکہ سے جدا کر دیا۔ آپ ﷺ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ تم نے مجھے ستایا، میری راہوں کو کانٹوں سے سجایا، اوجھڑی اور غلاظتیں اس حال میں ڈالتے جب میں اپنے رب سے محو کلام ہوتا۔ نہیں یہ طعنے رحمۃ للعالمین کی شان اقدس کے لائق نہ تھے۔ آپ ﷺ نے روتے ہوئے اپنے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیئے۔

اے اللہ! ابر باراں بھیج دے۔ اے اللہ! رحمت اور بہاراں بھیج دے۔ مالک الملک نے اپنے عفو و رحمت کے ان عاصیوں پر در کھول دیئے کیونکہ ان کے لیے مانگنے والے محبوب کی ہر ادا رب کو بھا جاتی تھی۔

Marfat.com

آزاد کردہ غلام کے غم میں شرکت

جب نبی کریم ﷺ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پچیس سال کی عمر میں شادی کی تو آپ کی نگاہ التفات اس غلام پر جا پڑی جو ابھی کم عمر تھا۔ لیکن اس کی عادات و خصائل آپ ﷺ کو اس قدر پسند آئے کہ آپ ﷺ نے خصوصی طور پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا۔ اس کے بعد اس غلام کی قسمت کا ستارہ ایسا چمکا کہ بڑے بڑے تاجور بادشاہ بھی زید رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک کرتے نظر آئے۔ دنیا کے وہ واحد انسان ہیں جنہیں نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنا متبنٰی بنایا۔ حرم کعبہ میں لے جا کر اعلان فرمایا:

لوگو! گواہ رہو آج سے زید رضی اللہ عنہ غلام نہیں محمد ﷺ کا بیٹا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی نصیب ہوا کہ آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ انھوں نے کوئی دعوت ودلیل اور معجزہ وبشارت کا مطالبہ بالکل نہ کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کی وہ زندگی تھی جو آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ گزاری تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد سے کیا لیکن یہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے اسے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینا چاہیے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی قدیم الاسلام خاتون تھیں۔ انھوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کی پرورش میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ ﷺ اس نسبت کی بنا پر ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ انھیں امی! میری ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح جنتی عورت سے بیاہ ہے تو انھوں نے فی الفور ام ایمن رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی، حالانکہ ام ایمن رضی اللہ عنہا اس وقت جوان تھیں۔ جب آپ ابھی چھ سال کی عمر کے تھے۔ اس طرح وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عمر میں

Marfat.com

دوچند تھیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی نے جنم لیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ اسی طرح محبت کرتے تھے جیسے ان کے والد زید رضی اللہ عنہ کو محبوب دیکھتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس آخری لشکر کے سپہ سالار تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں روانہ کیا تھا۔ بہت سے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور مردان جنگ کو اس پر تکنیکی اعتبار سے اعتراض تھا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر چکے تھے۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد آپ ﷺ کی حالت نزع کا سن کر مدینہ سے چند کوس کے فاصلے پر اس نے پڑاؤ کر لیا۔ جب آپ ﷺ اس دنیا سے کوچ کر گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی مسند سنبھالی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا۔ اس موقع پر کچھ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی کم عمری، ناتجربہ کاری کے سبب مشورہ دیا کہ فنون حرب کے شناسا کسی کمانڈر کو لشکر کی کمان دی جائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ منصب سونپا تھا۔ آپ ﷺ کا فیصلہ کبھی بدل نہیں سکتا کیونکہ اطاعت رسول ﷺ اسی سمع وطاعت کا نام ہے اور اسامہ رضی اللہ عنہ سے بہتر اس وقت کوئی سپہ سالار نہیں۔ ہاں اگر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو یقیناً سالارِ اعظم ان کا انتخاب فرماتے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی لڑائی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہو اور انھیں اس لشکر کا جرنیل نہ بنایا ہو۔ اسی طرح سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سات معرکوں میں شامل ہوا۔ آپ ﷺ کی نگاہ انتخاب حضرت زید رضی اللہ عنہ پر آ کر رک جاتی تو آپ ﷺ ہی امیر کارواں بناتے۔

رسول اللہ ﷺ نے روما کی بڑھتی ہوئی یورش کو روکنے کے لیے جب تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار کیا تو امیر لشکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ زید رضی اللہ عنہ نے موتہ کے مقام پر دولاکھ رومی فوج کا جم کر مقابلہ کیا۔ جب گھمسان کا رن پڑا تو تین ہزار شہبازوں نے دولاکھ کرگسوں کو دندان شکن مقابلہ سے دفاع پر مجبور کر دیا۔ امیر لشکر زید رضی اللہ عنہ نے شجاعت و بسالت

Marfat.com

اور دلیری و دلاوری سے لشکر کولڑایا۔اس معرکہ آرائی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔تو علم فتح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وحی کے ذریعے زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مسلمانوں کو سنائی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔حضرت خالد بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی کمسن صاحبزادی نے باپ کی شہادت کی خبر سنی تو وہ ننھے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔بچی کو اس طرح حزن وملل اور تاسف صدمہ میں دیکھ کر حضور رحمت ﷺ بھی اشک بار ہو گئے۔آپ ﷺ اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کی آواز رندھ گئی۔

Marfat.com

امام کائنات نے جبین نیاز کو زمین پر رکھا اور آہ وزاری کرنے لگے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کو پلٹ رہے تھے۔ جب ہمارا قافلہ مقام زوریہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کو روکا اور اس سے نیچے تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اترتے ہی دونوں ہاتھ دعا کے لیے بارگاہ رب الاعلیٰ کے حضور اٹھا دیئے۔ کافی دیر تک آپ ﷺ دعا فرماتے رہے اور ساتھ ہی سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک سجدے کی حالت میں پڑے رہے۔ سجدے سے سر اٹھا کر دوبارہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لیے اور پھر جبین نیاز کو زمین پر رکھ دیا اور اپنے رب کے حضور آہ وزاری فرمانے لگے۔ جب آپ ﷺ نے سر سجدے سے اٹھایا اور دعا وسجود سے فارغ ہوئے تو خود ہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمانے لگے: میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی جس کا ایک حصہ مقبول ہوا تو میں شکرانے کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر دعا مانگی اپنے رب سے آہ وزاری کی تو اللہ ذوالجلال نے دعا کے دوسرے حصے کو بھی قبول کر لیا اور میں نے اس کے شکریے کے لیے اپنا سر اپنے مالک کے حضور سجدے میں رکھ دیا۔

Marfat.com

پیارے صحابہ سے قرآن سن کر رونا

فقیہ امت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا: عبداللہ! مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا میں قرآن پڑھ کر سناؤں؟ آپ ﷺ تو صاحب قرآن ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات عزیز ہے کہ میں اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے قرآن سنوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد سورۃ النساء کی یہ آیات تلاوت کرنا شروع کیں۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

[النساء:41]

''اس قت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ ﷺ کو بھی ان لوگوں پر گواہی کے لیے لائیں گے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ! بس اتنا ہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب نبی ﷺ کی کیفیات دیکھنا چاہیں تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ [بخاری]

Marfat.com

جب دنیا سو رہی ہوتی حضور ﷺ فکر امت میں رو رہے ہوتے

رات کے سناٹے میں، تاریکی کے عالم میں جب دنیا اپنے گرم، نرم بستروں پر ہوتی تو آپ ﷺ کی رب کے حضور دعا اور صدا ایک ہی ہوتی: ''اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔''

ان اداؤں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپناتے تھے، چنانچہ ایک روز تین صحابہ نے یہ قصد کیا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے معمولات شب جانیں۔ ان معلومات کے لیے ان کی نظر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ تینوں نے آ کر سیدہ طیبہ طاہرہ امت کی ماں صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری دی اور جاننا چاہا کہ آپ نے جو حضور اکرم ﷺ کی عجیب بات دیکھی ہے وہ بیان فرمائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو آبدیدہ ہو گئیں اور پھر گویا ہوئیں کہ حضور ﷺ جب میرے ہاں قیام پذیر ہوئے تو ایک شب آپ ﷺ رات کے پہلے حصے میں سو گئے، میں بھی سو گئی، پھر آپ ﷺ اٹھے، وضو کر کے مصلے پر کھڑے ہو گئے اور نماز کا قیام شروع ہوا۔ قیام میں رب کا قرآن لبوں پر تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آہ و زاری کی کیفیت یہ تھی کہ ریش مبارک بھی بھیگ چکی تھی۔ سجدے میں جب سر رکھا تو اشک فشانی کا عجیب سماں تھا۔ سجدے کی جگہ پر آنسوؤں کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ یہ گریہ زاری، آہ و بکا، رقت انگیزی سب امت کے لیے تھی۔ آپ ﷺ دنیا سے بے خبر اپنے در مالک عرش بریں سے جڑے تھے کہ مؤذن رسول ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز نے شب کی خاموشی کو توڑا اور فضا میں اللہ اکبر...... اللہ اکبر کی رس گھولتی شیریں صدائیں گونجنے لگیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو نماز کے لیے بلایا تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کی آنکھوں میں

Marfat.com

آنسو دیکھ کر متذبذب اور متجسس ہو گئے۔ عرض کیا: حضور ﷺ کیا ماجرا ہے؟ میں آپ ﷺ کی چشم نم دیکھ رہا ہوں۔ اللہ ذوالجلال والاکرام نے آپ ﷺ کی اول و آخر تمام لغزشیں اور خطائیں معاف کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلال میں کیوں نہ روؤں، آج رات مجھ پر آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۞ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞﴾ (آل عمران: ۱۹۰ تا ۱۹۱)

''بلاشبہ آسمانوں وزمین کی خلقت میں اور رات دن کے ایک کے بعد ایک آتے رہنے میں اہل عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ ان کے لیے جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان وزمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ دعا ہوتی ہے کہ اے پروردگار! تو نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں تخلیق کیا، تو اس بات سے پاک ہے کہ تو کوئی عبث کام کرے۔'' [ابن مردویہ]

Marfat.com

کھوپڑی اور بوسیدہ ہڈیاں دیکھ کر سید کائنات ﷺ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رونے لگے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آقا کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! کیا تو پسند کرتا ہے میں تجھے دکھاؤں کہ انسان کی دنیا میں حیثیت کیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے لے کر مدینہ سے باہر ایک ویرانے کی طرف چل دیئے۔ جنگل میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ ایک جگہ رک گئے۔ جس جگہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے، وہاں زمین پر ایک کھوپڑی پڑی تھی۔ اس کے قریب ہی غلاظت پڑی تھی۔ کھوپڑی کے اردگرد ہڈیاں اور چیتھڑے بکھرے پڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: آج تمہارے سامنے جو ڈھانچہ پڑا ہے یہ کل تنومند انسان تھا، اس کی خواہشات کہیں رکنے کا نام نہ لیتی تھیں، اس کی چاہتیں پہاڑ جیسی بلند تھیں لیکن موت نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔ حسرتیں آرزوئیں اور تمنائیں سبھی کچھ ہواؤں میں بکھر گیا۔ آج یہ ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ہیبت ناک خوف طاری ہو جاتا ہے۔ کل کو یہ کھوپڑی بوسیدہ ہو جائے گی اور پھر گل کر مٹی میں مل جائے گی۔

ابوہریرہ یہ دیکھو یہ غلاظت اس کی وہ خوراک ہے جس کے لیے وہ تگ و دو کرتا تھا۔ نہ جانے اس رزق کے لیے اس نے کیا کیا ذرائع اختیار کیے۔ سچ اور جھوٹ کو وطیرہ بنایا۔ چوری، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کو اپنا ہتھیار بنایا اور جو لذت کام و دہن تھا وہ آج گندگی کی صورت پڑا ہے۔ تمہیں اس سے گھن آ رہی ہے۔ ابوہریرہ! یہ چیتھڑے بھی دیکھو کبھی یہ دیدہ زیب لباس تھا، جسے پہن کر انسان اکڑ کر، کبر و نخوت سے زمین پر ایسے چلتا تھا، گویا اس کے

Marfat.com

قدموں کی دھمک زمین پھاڑ دے گی۔ شاہانہ کروفر، بیش قیمت لباس جو زروجواہر سے مرصع تھا، آج چیتھڑوں میں منقسم ہے اور اس کی سواریاں بھی ہڈیوں کا ڈھیر بن کر رہ گئی ہیں۔ ابو ہریرہ! دنیا جس کے لیے انسان رات دن ہاتھ پاؤں مارتا ہے، لوگوں کا خون پیتا ہے، اس کا انجام فنا ہے۔ جس کے بعد آنسو اور گریہ زاری ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت نبی مکرم ﷺ کے اس وعظ و نصیحت کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ میں نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ بھی دنیا کی بے ثباتی پر رونے لگے۔

Marfat.com

جنت اور جہنم کا تذکرہ

ایک روایت جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو بڑی اہم چیزوں کو نہ بھولنا۔ یہ جنت اور جہنم ہیں۔ یہ کلمات فرما کر آپ ﷺ رونے لگے۔

آپ ﷺ اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک تر ہوگئی اور آپ ﷺ اس حال میں فرمانے لگے:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ اگر تم ان امور کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم جنگلوں کو نکل جاؤ اور اپنے سروں پر مٹی ڈال لو۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی مکرم ﷺ کے ساتھ تھا اور ہمارا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو اجتماعی طور پر ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہنستے ہو حالانکہ جنت اور جہنم کا ذکر تمھارے سامنے ہے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس مجلس میں جو لوگ شامل تھے، ان میں سے کسی کو میں نے موت تک اس طرح ہنستے نہیں دیکھا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے اشک گلفام

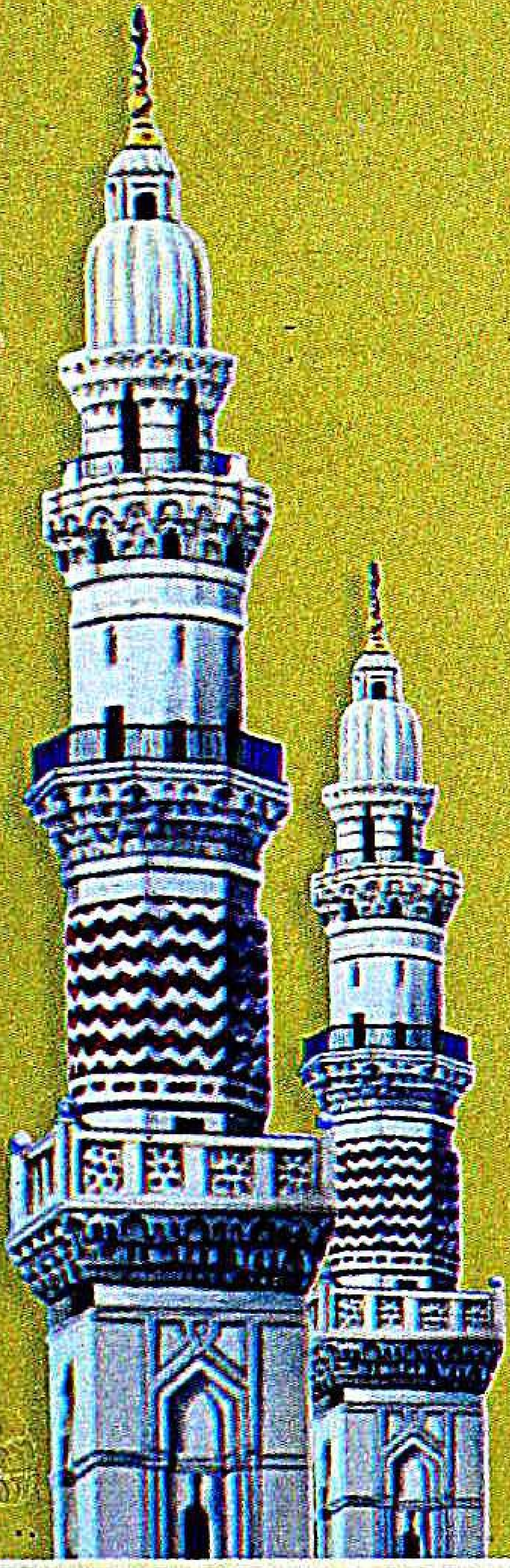

ستار بن محمد صدیق

اعداد: حافظ ثناء اللہ تبسم (ب

Marfat.com